ماهنامه

صراطِ مستقیم

برمنگھم

June 2026





وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد
مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ
مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 46 No. 08 June 2026
Dhul Hijjah/ Muharram al-Haram1447/ 1448 AH
جلد: 46 شمارہ: 08 جون 2026ء
ذوالحجہ/محرم الحرام: 1447ھ-1448ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRATE-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK
www.mjah.org.uk/siratemustaqeem
E-mail: info@mjah.org.uk

فکر و نظر

حرف بصیرت

نیا سال مبارک

مولانا عبدالہادی العمری

الحمدللہ، ہم ہجری کیلنڈر کا ایک سال مکمل کر کے نئے سال 1448ھ میں داخل ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سال نو کو اُمت مسلمہ کے حق میں خیر و برکت کا ذریعہ بنائے، ایمان کی سلامتی کے ساتھ مومنانہ ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق بخشے۔

سال ہجری ہمیں ہجرت کے اہم پیغام کو یاد دلاتا ہے کہ مسلمان دینی ذمہ داریوں کی خاطر کیسے ہجرت کے کٹھن سفر اور دشوار منصوبہ پر عمل پیرہ ہو سکے، یہ صعوبتیں محض جذباتی نعروں یا خیالی خاکوں سے برداشت نہیں کی جاسکتیں؟ جہاں آدمی عصیان و نا فرمانی میں گھرا ہوا تعلیمات قرآنی سے دور بلند بانگ دعوے تو کر سکتا ہے، وطن اور اہل وعیال کو چھوڑنے کی باتیں تو کر سکتا ہے لیکن عملی زندگی میں معاصی کو ترک کرنے کے لیے آمادہ نہیں، مغربی ممالک کے خلاف پر جوش نعرے تو لگائے، خود اپنی اولاد اور متعلقین کو اعلیٰ تعلیم اور جاب کے لیے ان ہی ممالک میں بسائے، عربوں کے شاہی انداز اور حکمرانی کے خلاف لوگوں کو ورغلائے اور خود جا کر ان کے ہی چرنوں میں بیٹھ کر ان کی ستائش کرتے ہوئے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئیے ان ہی سے مالی مدد حاصل کرے۔

حقیقی مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غیر سنجیدہ طرز عمل سے دور تھے، ان کی عملی زندگیاں تعلیمات قرآن وسنت سے مزین تھیں۔

وہ حدیث نبوی " المهاجر من هجر ما نهى الله عنه." کہ ہجرت کی پہلی سیڑھی ترک معاصی ہے کا عملی نمونہ تھے۔ ان اولوالعزم ہستیوں نے ثابت کر دیا کہ دین ان میں کس درجہ رچا بسا تھا، ان کی نظروں میں دین کی عظمت، مکان، جاہ و منصب کی عظمت سے کہیں زیادہ تھی، ضرورت پر روئے زمین کا مقدس ترین شہر مکہ مکرمہ دین کی حفاظت کی خاطر چھوڑنا پڑ جائے تو چھوڑ کر نکل گئے۔ خاتم النبیین رسول اکرم ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ اول اور دوم حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا تو اس مقدس گروہ میں وہ لوگ تھے جن کی عظمت کے ترانے اہل مکہ بھی گایا کرتے، حضرات عثمان و جعفر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں شامل تھے، جن کی شخصی اہمیت کے مشرکین عرب معترف بلکہ قدر دان تھے، اگر مشرکین عرب کو ان بزرگوں سے اختلاف تھا تو صرف ان کے عقیدہ اور ایمان سے تھا، ورنہ ان مشرکین کے درمیان ان بزرگوں کا مقام بڑا اونچا تھا، اس عقیدہ سے کنارہ کش ہو کر وہ نہایت آسودہ زندگی گزار سکتے تھے۔

سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ انتہائی پر خطر اور نازک حالات میں جب مشرکین عرب کا وفد ان کا تعاقب کرتا ہوا سرزمین حبشہ پہنچا اور وہاں کے ذمہ داروں کے ذہنوں کو ان پناہ گزین مسلمانوں کے خلاف مسموم کر رہا تھا، لیکن اس موقع پر بھی عقیدہ کی سلامتی پر آنچ نہ آنے دی، جب حکمران حبشہ کی جانب سے سیدنا عیسی اور مریم علیہا السلام کے حوالہ سے استفسار کیا گیا، وہ جانتے تھے کہ اسلامی نظریہ نصاری کے مروجہ عقیدہ سے میل نہیں کھاتا، لیکن عقیدہ و ایمان میں مداہنت کی گنجائش نہیں، انہوں نے دو ٹوک انداز میں اپنا موقف پیش کرتے ہوئے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی۔

معاہدہ حدیبیہ کے موقع پر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اپنے نمائندہ خصوصی کے طور پر اہل مکہ سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تو سرداران مکہ نے انہیں کعبۃ اللہ کے طواف کی اجازت دے دی، لیکن شیدائی رسول ﷺ نے طواف کی شدید خواہش کے باوجود یہ کہہ کر طواف کرنے سے انکار کر دیا کہ طواف کیا جائے گا تو رسول ﷺ کی معیت میں ہی کیا جائے گا، یہ ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ اس کار خیر سے محروم سرحد پر منتظر ہوں اور آپ کا سپاہی اس عنایت خسروانہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکیلے طواف کرے۔

خود رسول اکرم ﷺ کا مقام اہل مکہ کے درمیان سب سے اعلیٰ تھا وہ اپنی محفلوں میں آپ کا اسم گرامی نہایت عزت واحترام سے لیا کرتے، آغاز وحی کے بعد جب ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ورقہ بن نوفل سے ملاقات کر کے صورتحال سے آگاہ کیا تو ورقہ نے فرمایا تھا کہ وقت آئے گا، آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکلنے پر مجبور کر دے گی تو آپ ﷺ نے حیرت سے استفسار فرمایا:

«أو مخرجي هم »(صحیح بخاری:3392؛ صحیح مسلم: 252)

کیا یہ ممکن ہے کہ میری قوم کے لوگ مجھے وطن سے نکالیں گے ؟!

کیونکہ یہیں کے لوگوں نے آپ کو صادق اور امین جیسے باوقار القاب سے نوازا تھا۔

اور پھر دعوت اسلامی کے آغاز کے چند ہی برس بعد

افضل ترین ہستی رسول اکرم ﷺ کو بھی اس کے محبوب شہر مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں پناہ لینی پڑی، اس شہر مکہ کی محبت آپ ﷺ کے دل میں کیا تھی، اس کا اندازہ سفر ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے کہ روئے زمین پر سب سے پسندیدہ یہی شہر ہے اگر اس کے باشندے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو کبھی اس کو چھوڑ کر نہ جاتا۔

یہ وہ عظیم ہستیاں تھیں جن کے دل نور ایمان سے منور تھے اور یومیہ زندگی میں شریعت اسلامیہ پر عمل کے خوگر تھے، جن کی عملی زندگیوں پر مصلحتوں یا مفادات کے پردے نہیں پڑے ہوئے تھے، تب ہی تو اس ہجرت کی ظاہری و معنوی برکتیں دیکھنے میں آئیں، قلیل مدت میں دنیا کی دو عظیم سپر پاور طاقتیں سرنگوں ہو گئیں، قیصر و کسریٰ کے علاقے اور خزانے قلمروئے اسلام میں شامل ہو گئے۔

تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

یہ ظاہری طمطراق تھا تو معنوی کیفیت کچھ یوں تھی:

﴿و رأيت الناس يدخلون فى دين الله أفواجا﴾

کہ دین اسلام میں فوج در فوج لوگ داخل ہونے لگے۔ متعدد بستیاں اور قبائل اجتماعی انداز میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور آج صورتحال یہ ہے کہ عقیدہ و اعمال عبادات و معاملات اخلاقیات اور عادات میں ہمارا اسلام سے تعلق جزوی اور رسمی قسم کا ہے۔ گھریلو زندگی اور چھوٹی سی تنظیموں اور جماعتوں میں اتحاد نہیں لیکن خطابت کے جوہر دکھاتے ہیں کہ مسلم ممالک میں اتحاد کیوں نہیں، شاہراہ ترقی پر خود دوڑنے کے لیے تیار نہیں لیکن دعائیں ہو رہی ہیں کہ امداد غیبی کے تحت من و سلویٰ نازل ہونے لگے۔

علامہ اقبال نے درست ترجمانی کی:

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

اللہ تعالیٰ سال نو کو امت مسلمہ کے حق میں امن وسلامتی اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ ہمیں درست سمت کی طرف گامزن فرمائے۔ آمین

☆☆☆

حرف تمنا

میں کبھی باطل کی ہاں میں ہاں ملا سکتا نہیں

سر کٹا سکتا ہوں لیکن سر جھکا سکتا نہیں

جانے کب دنیا میں آئے انقلابِ خوشگوار

یہ جہانِ کہنہ مجھ کو راس آ سکتا نہیں

جل رہا ہے اس میں جب خونِ شہیدان وفا

کوئی بھی شمع محبت کو بجھا سکتا نہیں

کچھ غم جاناں بھی اس میں کچھ غم دوراں بھی ہے

داستانِ درد میں اپنی سنا سکتا نہیں

کیا اثر انداز وہ ہوگا فضائے دہر پر

اپنے ہی ماحول پر جو شخص چھا سکتا نہیں

اس سے بڑھ کر نالۂ ناکام ہو سکتا ہے کیا

عرش کی زنجیر جو نالہ ہلا سکتا نہیں

جو نہ دریائے محبت میں ہوا ہو غوطہ زن

گوہرِ مقصود وہ محروم پاسکتا نہیں

ناخنِ تدبیر ہی جس کا نہ ہو عقدہ کشا

اپنا خوابیدہ مقدر وہ جگا سکتا نہیں

مجھ پہ یہ عالم گزرتا ہے محبت میں کبھی

یاد کر سکتا نہیں ان کو بھلا سکتا نہیں

منزل مقصود سے خود ہی جو ہے بھٹکا ہوا

وہ کسی کو راستہ حق کا بتا سکتا نہیں

ہائے وہ حرفِ تمنا کہ جسے حماد میں

لب پہ لاسکتا نہیں دل میں چھپا سکتا نہیں

علامہ ابولبیان حماد العمری

☆☆☆

کسی بھی معاشرے کی تہذیب کا اور ثقافت کا علم اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے دن اور مہینے کس طرح شمار کرتا ہے۔ ان کی رسم اور رواج، ان کی عبادات ان کا رہن سہن سب چیزیں منسلک ہوتی ہیں ان کے کلینڈر کے ساتھ۔ اسی لیئے اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو ایک علیحدہ پہچان اور شناخت دی اور ایک الگ ان کو ایک کلینڈر دیا اور اس کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے خود سورۃ التوبہ آیت نمبر 36 میں کیا۔

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ﴾ (سورۃ التوبہ:36) "مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے۔"

یہ مہینے عرب کے اندر نبی ﷺ سے بعثت سے قبل بھی موجود تھے نبی ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا عمر فاروق نے ضرورت محسوس کی اس کلینڈر کو مرتب کیا جائے اور اس کو کسی خاص واقعے سے منسلک کر کے اور پھر تاریخ کا آغاز کیا جائے جب صحابہ کرام سے مشاورت ہوئی تو مختلف مشورے آئیں جن میں سے سب سے بہترین مشورہ پسند آیا وہ سیدنا علی بن ابی طالب کا مشورہ تھا کہ اس کلینڈر کو نبی ﷺ کی ہجرت کے ساتھ منسلک کیا جائے کیونکہ ہجرت ایک ایسا واقعہ ہے جس نے تاریخ انسانی کو تبدیل کر کے رکھ دیا اور ہجرت کے بعد اللہ تعالی نے جو اسلام کو غلبہ عطا کیا اور ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی گئی وہ سب مرہون منت ہے اسی ہجرت کی، یہ بہت بڑی قربانی تھی جو نبی ﷺ نے اور صحابہ کرام نے دی اور اس کے بعد دنیا کا نقشہ تبدیل ہوا تو لہذا ہجرت کے ساتھ اس اسلامی کلینڈر کو منسلک کیا گیا اور نبی ﷺ نے جس سال ہجرت کی اسی سال سے مسلمانوں کا یہ کلینڈر شروع ہوتا ہے۔ مہینے وہ ہی ہے جو عرب میں چلے آرہے تھے ان کی تعداد بارہ ہیں۔



خطبہ حج

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ السَّلَامِ، فَرَضَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ، وَجَعَلَهُ رُكْنًا مِنْ أَرْكَانِ دِينِ الْإِسْلَامِ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْمَلِكُ الْعَلَّامُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ نَبِيَّنَا وَسَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، خَيْرُ الْأَنَامِ، عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَتْبَاعِهِ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ وَأَتَمَّ السَّلَامِ، أَمَّا بَعْدُ:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو بادشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی دینے والا ہے۔ اس نے مسلمانوں پر اپنے حرمت والے گھر کا حج فرض کیا اور اسے دین اسلام کے ستونوں میں سے ایک بنایا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بادشاہ ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر اور ہمارے سردار محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جو تمام مخلوقات میں بہترین ہیں۔ ان پر اور ان کی آل پر، ان کے صحابہ اور ان کے پیروکاروں پر بہترین درود اور مکمل سلام ہو۔

اس کے بعد:

فَيَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ فَبِهَا نَجَاةُ الْعَبْدِ فِي آخِرَتِهِ.

اے لوگو! تم پر اللہ کا تقویٰ لازم ہے، اس لیے کہ اسی میں بندے کی آخرت میں نجات ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ حج کے آغاز میں فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ٥ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ﴾(الحج 22:1-2)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تم لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ مدہوش ہوں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہو گا۔

وَمِنْ تَقْوَى اللهِ الِاسْتِعْدَادُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ بِفِعْلِ الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْمَعَاصِي وَالسَّيِّئَاتِ.

اور تقویٰ کے تقاضوں میں سے یہ ہے کہ یوم قیامت کے لیے اطاعات بجالا کر اور گناہوں و برائیوں کو چھوڑ کر تیاری کی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ﴾(الحج 22:6-7)

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور بے شک وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

وَإِنَّ أَعْظَمَ اسْتِعْدَادًا لِلْآخِرَةِ يَكُونُ بِالتَّوْحِيدِ وَعِبَادَةِ اللهِ وَحْدَهُ وَتَرْكِ دُعَاءِ غَيْرِهِ، وَكَيْفَ يَدْعُو مَنْ دُونَ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ، يَدْعُو لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ، لَبِئْسَ الْمَوْلَى وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ.

اور آخرت کی تیاری میں سب سے بڑی تیاری توحید کے ساتھ، یعنی صرف اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے سوا کسی اور سے دعا نہ کرنا ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی ایسے کو کیوں پکارے جو اسے نہ کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے؟ یہی تو دور کی گمراہی ہے، وہ ایسے کو پکارتا ہے جس کا نقصان نفع سے زیادہ قریب ہے۔ وہ کتنا ہی برا مولا اور کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِاللهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾(الحج 22:31)

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گرا اور اسے پرندوں نے اچک لیا یا ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پھینک دے۔

وَشِعَارُ أَهْلِ الْإِيمَانِ التَّوْحِيدُ لِلّٰهِ تَعَالَى.

اور ایمان والوں کا شعار اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ * الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

يُنفِقُونَ﴾ (الحج22:34-35)

تو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، پس اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور خوشخبری دو عاجزی کرنے والوں کو۔ وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

فَهَذِهِ أَرْكَانُ دِينِ الْإِسْلَامِ التَّوْحِيدُ وَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَحَجُّ بَيْتِ اللهِ الْحَرَامِ.

پس یہ دین اسلام کے ارکان ہیں: توحید، یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

مَعَ التَّوْصِيَةِ بِالْخَوْفِ مِنَ اللهِ تَعَالَى، قَالَ عَزَّوَجَلَّ:

اللہ تعالیٰ کے خوف کی نصیحت کے ساتھ، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾(الرحمن 55:46)

اور ہر اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، دو جنتیں ہیں۔

وَالصَّبْرُ فِي طَاعَةِ اللهِ وَعَلَى الْأَقْدَارِ الْمُؤْلِمَةِ.

اور اللہ کی اطاعت میں اور تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾(الزمر39:10)

بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

مَعَ شُكْرِ اللهِ عَلَى نِعَمِهِ.

اور اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾(الحج22:36)

اسی طرح ہم نے ان (قربانی کے اونٹوں) کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

وَلِلَّهِ فِي الْخَلْقِ سُنَنٌ كَوْنِيَّةٌ عَلَى الْعَبْدِ أَنْ يُؤْمِنَ بِهَا وَأَنْ يَسْتَفِيدَ مِنْهَا.

اور اللہ کے لیے مخلوقات میں ایسے کائناتی قوانین ہیں جن پر بندے کو ایمان لانا اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾(الحج22:38)

بے شک اللہ ایمان والوں کا دفاع کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر خیانت کرنے والے، ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔

اور وہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾(الحج22:40)

اور بے شک اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ یقیناً قوی، زبردست ہے۔

اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ۝ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾(الحج 22:45-48)

تو کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا جبکہ وہ ظالم تھیں، تو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔ اور کتنے ہی بیکار کنویں اور بلند محل ہیں۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں میں نے مہلت دی حالانکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا، اور میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

وَلَقَدْ أَمَرَ اللهُ جَلَّ وَعَلَا خَلِيلَهُ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهُ بِالنِّدَاءِ لِلْحَجِّ.

اور بے شک اللہ جل وعلا نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو حج کے لیے پکارنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ (الحج22:27-28)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، وہ تمہارے پاس پیدل آئیں گے اور ہر دبلے اونٹ پر جو ہر دور دراز راستے سے آتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے منافع کی جگہوں پر حاضر ہوں اور گنتی کے دنوں میں اللہ کا نام لیں ان چارپایوں پر جو اللہ نے انہیں عطا کیے ہیں۔

نَعَمْ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ. قَدِمَ الْحُجَّاجُ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِأَدَاءِ النُّسُكِ إِرْضَاءً لِلَّهِ تَعَالَى وَطَلَبًا لِثَوَابِهِ، يُعَظِّمُونَ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ وَالْمَشَاعِرَ الْمُقَدَّسَةَ.

ہاں، تاکہ وہ اپنے منافع دیکھیں اور اللہ کا نام لیں۔ حجاج کرام ہر دور دراز راستے سے مناسک حج ادا کرنے کے لیے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے ثواب کی طلب میں، وہ بیت العتیق اور مقدس شعائر کی تعظیم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾(الحج 22:25)

اور مسجد حرام، جسے ہم نے لوگوں کے لیے بنایا ہے، برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا۔ اور جو شخص وہاں ظلم کے ساتھ کجروی کا ارادہ کرے گا، اسے ہم دردناک عذاب چکھائیں گے۔

يَفِدُونَ لِهَذِهِ الْمَوَاطِنِ إِجَابَةً لِدَعْوَةِ التَّوْحِيدِ بِإِفْرَادِ اللهِ بِالْعِبَادَةِ وَتَرْكِ الشِّرْكِ بِاللهِ.

وہ ان مقامات پر توحید کی دعوت کی تعمیل میں آتے ہیں، جس میں اللہ کو عبادت میں اکیلا کرنا اور اس کے ساتھ شرک چھوڑنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾(الحج 22:26)

اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ مقرر کی (اور کہا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا۔

فَيُطَهَّرُ الْبَيْتُ مِنْ كُلِّ مَا لَا يَتَنَاسَبُ مَعَ مَكَانَتِهِ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ.

تو بیت اللہ کو ہر اس چیز سے پاک کیا جارہا ہے جو اس کے مقام و مرتبے کے لائق نہیں۔ لہٰذا حج میں کوئی فحش بات، نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾(البقرة 2:197)

حج کے مہینے معلوم ہیں، تو جس نے ان میں حج فرض کر لیا تو نہ کوئی فحش بات ہو اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا ہو حج میں۔ اور جو بھی تم بھلائی کروگے اللہ اسے جانتا ہے۔ اور زاد راہ لے لو، بے شک بہترین زاد راہ تقویٰ ہے، اور مجھ سے ڈرواے عقل والو۔

وَلَا شِعَارَاتٍ سِيَاسِيَّةً وَلَا نِدَاءَاتٍ حِزْبِيَّةً بَلْ خُضُوعٌ لِلّٰهِ وَاتِّبَاعٌ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِظْهَارٌ لِطَهَارَةٍ بَلْ طَهَارَةٍ فِي الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ وَفَاءً بِالْعُهُودِ وَالْمَوَاثِيقِ وَاحْتِرَامًا لِلْحُقُوقِ.

اور نہ ہوں کوئی سیاسی نعرے اور نہ ہی کوئی جماعتی پکاریں، بلکہ اللہ کے لیے مکمل عاجزی ہو اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہو، اور ظاہری و باطنی طہارت کا اظہار ہو، عہد و پیمان کی پاسداری ہو اور حقوق کا احترام ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ﴾(الحج 22:30)

یہ (حکم ہے)، اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے۔

﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (الحج 22:32)

یہ (حکم ہے)، اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔

وَتَتَجَلَّى بِالْحَجِّ مَظَاهِرُ التَّعَارُفِ وَالتَّآلُفِ وَالتَّعَاوُنِ وَالتَّكَافُلِ بَيْنَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي أَدَاءِ الْمَنَاسِكِ عَلَى اخْتِلَافِ أَلْسِنَتِهِمْ وَأَلْوَانِهِمْ وَبُلْدَانِهِمْ أُخُوَّةً مُتَحَابِّينَ فَيَشْهَدُونَ مَنَافِعَ لَهُمْ وَلِيُطْعِمُوا مِنْ هَدْيِهِمُ الْبَائِسَ الْفَقِيرَ، وَيَكُونُ مِنْ شَأْنِهِمُ الْإِحْسَانُ فِي الْأَفْعَالِ وَالصِّدْقُ فِي الْأَقْوَالِ.

اور حج میں اسلام کے پیروکاروں کے مابین باہمی تعارف، محبت، تعاون اور تکافل کے مظاہر نمایاں ہوتے ہیں، جب وہ مختلف زبانوں، رنگوں اور ممالک سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بھائیوں کی طرح مناسک ادا کرتے ہیں۔ پس وہ اپنے منافع دیکھتے ہیں اور انہیں (حج کے) ہدیہ سے مسکین و فقیر کو کھلانا ہوتا ہے، اور ان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ ان کے اعمال میں احسان اور اقوال میں سچائی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾(الحج 22:30)

پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ جیسے:

فِي مَوْقِفِ عَرَفَاتٍ يُبَاهِي اللهُ بِكُمْ مَلَائِكَتَهُ وَهُوَ الْمَوْقِفُ الْعَظِيمُ الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ فِيهِ:

عرفات کے میدان میں اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے فرشتوں پر فخر کرتا ہے، اور یہ وہ عظیم مقام ہے جہاں اللہ نے نازل کیا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدہ5:3)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین (بطور زندگی کا مکمل نظام) پسند کیا۔

فَاقْتَدُوا بِنَبِيِّ الْهُدَىٰ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمْعًا وَقَصْرًا ثُمَّ وَقَفَ يَذْكُرُ اللَّهَ إِلَىٰ أَنْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَانْطَلَقَ إِلَىٰ مُزْدَلِفَةَ كَمَا قَالَ تَعَالَىٰ:

پس ہدایت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع اور قصر کے ساتھ ادا کیا، پھر غروب آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے رہے، پھر مزدلفہ کی طرف چلے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾(البقرہ2:198)

پھر جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اس کا ذکر اسی طرح کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے، حالانکہ اس سے پہلے تم یقیناً گمراہوں میں سے تھے۔

فَلَمَّا أَصْبَحَ يَوْمُ الْعِيدِ دَفَعَ إِلَىٰ مِنًى.

جب عید کا دن طلوع ہوا تو آپ منیٰ تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (البقرہ2:199)

پھر وہاں سے لوٹ آؤ جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ سے مغفرت چاہو، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

فَرَمَىٰ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ وَأَجَازَ التَّقْصِيرَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ.

آپ نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں، اپنی قربانی ذبح کی، اپنا سر منڈوایا اور قصر (بال چھوٹے کروانے) کی اجازت دی، پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾(الحج22:29)

پھر انہیں چاہیے کہ وہ اپنی میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر (کعبہ) کا طواف کریں۔

مَعَ الْحِرْصِ عَلَى السَّكِينَةِ وَالرِّفْقِ وَالْبُعْدِ عَنِ التَّدَافُعِ وَتَنْفِيذِ تَعْلِيمَاتِ الْجِهَاتِ الْمُنَظِّمَةِ وَالتَّقَيُّدِ بِتَنْظِيمَاتِ التَّفْوِيجِ وَمَسَارِ الْحَرَكَةِ تَحْقِيقًا لِلْمَصْلَحَةِ وَتَجَنُّبًا لِلضَّرَرِ وَالْفَوْضَىٰ وَحِفْظًا لِلنُّفُوسِ وَتَيْسِيرًا لِأَدَاءِ النُّسُكِ.

سکون اور نرمی پر حرص کے ساتھ، دھکم پیل سے بچتے ہوئے، منظم اداروں کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے، اور مصلحت کے حصول، نقصان سے بچاؤ، بدنظمی سے پرہیز، جانوں کے تحفظ اور مناسک کی آسانی کے لیے تقسیم اور نقل و حرکت کے راستوں کے ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے۔

وَفِي مِنًى يُسْتَحَبُّ الْإِكْثَارُ مِن ذِكْرِ اللَّهِ.

اور منیٰ میں اللہ کے ذکر کی کثرت مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾ (البقرہ2:200)

پھر جب تم اپنے ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت سے یاد کرو۔

وَفِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ يَرْمِي الْحَاجُّ الْجَمَرَاتِ الثَّلَاثَ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَالْأَفْضَلُ الْبَقَاءُ إِلَى الْيَوْمِ الثَّالِثَ عَشَرَ وَيَجُوزُ التَّعْجِيلُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيَ عَشَرَ.

اور ایام تشریق میں حاجی تینوں جمرات کو روزانہ سات سات کنکریاں مارتا ہے، اور افضل یہ ہے کہ تیرہویں دن تک ٹھہرے، اور بارہویں دن جلدی کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ (البقرہ2:203)

اور اللہ کو گنتی کے دنوں میں یاد کرو۔ پھر جو کوئی دو دن میں جلدی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، اس کے لیے جو پرہیز گار ہو۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

اور سفر سے پہلے طواف وداع ہے۔

﴿فَوَاللَّهِ تَعَالَىٰ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾(الحج22:78)

تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن لیا ہے، اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی، (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اس نے تمہیں مسلمان اس سے پہلے بھی نام دیا تھا اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، وہ تمہارا مولا ہے، تو کیا ہی اچھا مولا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

وَإِنَّ مِنَ الِاعْتِصَامِ بِاللهِ أَنْ يُكْثِرَ الْمَرْءُ مِنْ دُعَاءِ رَبِّهِ وَخُصُوصًا فِي مَوَاطِنِ الْحَجِّ فَهِيَ مَظِنَّةٌ لِلْإِجَابَةِ.

اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنے رب سے کثرت سے دعا کرے، خصوصاً حج کے مقامات پر، کیونکہ یہ دعاؤں کی قبولیت کی جگہ ہیں۔

حدیث میں ہے:

«خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»(سنن الترمذی 3585)

بہترین دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے، اور وہ بہترین بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہی وہ یہ ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾(سورۃ غافر 40:60)

اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ 0 أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (البقرہ 2:201-202)

اور بعض کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَ الْحُجَّاجِ دُعَاءَهُمْ وَمَنَاسِكَهُمْ وَيَسِّرْ لَهُمْ أُمُورَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ وَأَعِدْهُمْ إِلَى بُلْدَانِهِمْ سَالِمِينَ غَانِمِينَ فَائِزِينَ.

اے اللہ! حجاج کرام کی دعاؤں اور ان کی عبادات کو قبول فرما، ان کے معاملات آسان فرما، ان کے گناہ بخش دے، اور انہیں سلامتی، کامیابی اور اجر کے ساتھ ان کے وطن واپس پہنچا دے۔

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ أَحْوَالَ الْمُسْلِمِينَ وَاجْمَعْ كَلِمَتَهُمْ عَلَى الْحَقِّ.

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ أَحْوَالَ الْمُسْلِمِينَ وَاجْمَعْ كَلِمَتَهُمْ عَلَى الْحَقِّ.

اَللَّهُمَّ أَصْلِحْ أَحْوَالَ الْمُسْلِمِينَ وَاجْمَعْ كَلِمَتَهُمْ عَلَى الْحَقِّ، وَتَوَلَّ جَمِيعَ شُؤُونِهِمْ وَأَصْلِحْ أَحْوَالَهُمُ الدِّينِيَّةَ وَالدُّنْيَوِيَّةَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ.

اے اللہ! مسلمانوں کے حالات درست فرما، اور انہیں حق پر متحد کر دے۔ (تین بار تکرار) اے اللہ! مسلمانوں کے تمام معاملات کی ذمہ داری لے لے اور ان کے دینی و دنیاوی حالات کو بہتر فرما، اے تمام جہانوں کے پروردگار۔

اللَّهُمَّ وَفِّقْ خَادِمَ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ الْمَلِكَ سَلْمَانَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَوَلِيَّ عَهْدِهِ الْأَمِيرَ مُحَمَّدَ بْنَ سَلْمَانَ وَاجْزِهِمَا خَيْرَ الْجَزَاءِ دُنْيَا وَآخِرَةً، فَقَدْ أَحْسَنُوا لِعِبَادِكَ وَيَسَّرُوا لِلْحُجَّاجِ أَدَاءَ الْمَنَاسِكِ وَبَذَلُوا بِسَخَاءٍ فِي خِدْمَةِ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ وَقَاصِدِيهِمَا.

اے اللہ! خادم الحرمین الشریفین بادشاہ سلمان بن عبدالعزیز اور ان کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کو توفیق عطا فرما اور انہیں دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرما۔ بے شک انہوں نے تیرے بندوں کے لیے اچھا کیا ہے، اور حجاج کرام کے لیے مناسک کی ادائیگی کو آسان بنایا ہے، اور حرمین شریفین اور ان کے زائرین کی خدمت میں دل کھول کر خرچ کیا ہے۔

اللَّهُمَّ انْصُرْ بِهِمَا دِينَكَ. اللَّهُمَّ انْصُرْ بِهِمَا دِينَكَ

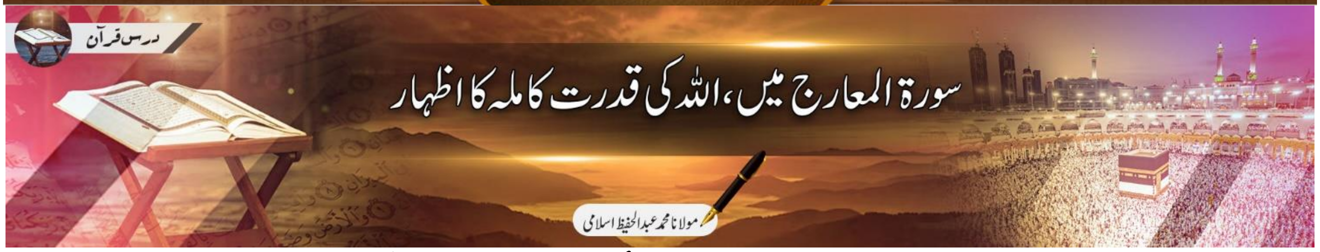
اے اللہ! ان دونوں (حکمرانوں) کے ذریعے اپنے دین کی مدد فرما۔

اے اللہ! ان دونوں کے ذریعے اپنے دین کی مدد فرما۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا

اور اللہ درود و سلام بھیجے ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل اور ان کے صحابہ پر، بہت زیادہ سلامتی کے ساتھ۔

☆☆☆



سورۃ المعارج میں، اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

کلام مجید کی یہ سورۃ ”المعارج“ مکی سورتوں میں شامل ہے، فہرست کے مطابق یہ 70 سترویں سورت ہے اور اس کا نام آیت نمبر 3 کے لفظ ”ذی المعارج“ سے ماخوذ ہے۔ اس میں 44 آیات کریمہ اور دو رکوع آئے ہیں۔

یہ سورۃ بھی تقریباً وہی حالات میں نازل ہوئی جو ’سورۃ الحاقہ‘ کے وقت موجود تھے، یعنی نبی اکرم ﷺ کی مخالفت تو شروع ہو چکی تھی مگر اس میں زیادہ شدت پائی نہیں جاتی تھی۔

مذکورہ بالا سورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو بات ارشاد فرمائی ہے یہ دراصل کفار مکہ کے اس چیلنج کا جواب ہے جو اُنھوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیا کرتے تھے، کہ اے محمد (ﷺ) لے آؤ وہ قیامت جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو یعنی تمہیں جھٹلا کر واقعی ہم عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں!؟ اگر تم اس میں سچے ہیں تو قیامت کی گھڑی کیوں نہیں آتی؟

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمہ، اس سورہ کی پہلی آیت:﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ﴾ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ

”اصل الفاظ ہیں: سَأَلَ سَائِلٌ۔ بعض مفسرین نے یہاں سوال کو پوچھنے کے معنی میں لیا ہے اور وہ آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ پوچھنے والے نے پوچھا ہے کہ وہ عذاب، جس کی ہمیں خبر دی جا رہی ہے، کس پر واقع ہو گا؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ کافروں پر واقع ہو گا۔

لیکن اکثر مفسرین نے اس جگہ سوال کو مانگنے اور مطالبہ کرنے کے معنی میں لیا ہے۔ نسائی اور دوسرے محدثین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ نضر بن حارث بن کلدہ نے کہا تھا:

﴿اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾(سورۃ الانفال:32)

”خدایا اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔“

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قرآن مجید میں کفار مکہ کے اس چیلنج کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ لے کیوں نہیں آتے۔ مثال کے طور پر حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہوں یونس، آیات 46 تا 48، الانبیاء 36 تا 41، النمل، 67 تا 72، سبا، 26 تا 30، یٰسین، 45 تا 52۔ الملک، 24 تا 27“۔

(حوالہ سورہ معارج حاشیہ 1 تفہیم القرآن)

بات دراصل یہ کہ مخبر صادق ﷺ اپنی دعوت میں اس بات کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن قیامت آنے والی ہے!، آخرت کی زندگی یقینی ہے!۔

نیک بندوں کیلئے جنت ہے اور بدکار و نافرمان لوگوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ آپ ﷺ کے ان ارشادات کا، کفار مکہ مذاق اُڑایا کرتے تھے لہٰذا اس سورت میں ان لوگوں کو تنبیہ اور نصیحت فرمائی، تا کہ یہ ہوش میں آئیں اور اپنی فکر و نظر میں صالح تبدیلی لائیں۔ چنانچہ ابتدائی طور پر یہ بات واضح کر دی گئی کہ جو لوگ عذاب مانگتے ہیں یہ (عذاب کا انکار کرنے والوں پر) بالضرور واقع ہو کر رہے گا اور جب یہ آجائے اس وقت اسے دفع کرنے والا کوئی نہیں جس کا ذکر آیت کریمہ (2) میں اس طرح آیا کہ

﴿لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ﴾

(وہ سن لے) یہ تیار ہے کفار کے لئے، اسے ٹالنے والا کوئی نہیں۔ آیت کریمہ (3) میں اللہ تعالیٰ کی اپنی قوت وعظمت کا مضمون ہے جو صرف دو جملوں:

﴿مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ میں بیان ہوا کہ دیکھو یہ (نافرمانوں کے لیے جو، تکلیف دہ گھڑی آنے والی اسے بھیجنے والی کوئی ضعیف یا معمولی ہستی نہیں ہے! بلکہ ﴿مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ یہ اللہ کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں کا مالک ہے.....!!!

حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ”یہ عذاب نازل کرنے والا کوئی کمزور اور ضعیف شخص نہ ہوگا جس کو نیچا دکھا سکتے ہیں، بلکہ یہ عذاب اللہ جل مجدہ کی طرف سے ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ جو مَعَارِج کا مالک ہے۔“

لفظ ”معارج“ کا خلاصہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مَعَارِج عروج سے ہے۔ عروج کا معنی بلند ہونا، اونچا ہونا ہے اس سے اسم آلہ معراج اور مِعرَج ہے۔ اسی کی جمع مَعَارِج اور مَعَارِیج ہے۔ ان کا معنی سیڑھیاں، زینے جن کے ذریعہ انسان اوپر چڑھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: معارج سے مراد آسمان ہے؛ کیونکہ وہ بھی زینوں کی طرح درجہ بدرجہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔“

"قال ابن مسعود ذی المعارج أی ذی السموات ".

یا معارج سے مراد وہ مراتب و مدارج ہیں جو فرشتوں کو عطا کئے گئے ہیں اور جب معارج کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد وہ شان اور وہ عظمت ہے جو اسکی شان اقدس کی شایان ہے۔“

اور روح سے مراد "جبریل امین ہیں۔" (ضیاء القرآن حاشیہ 2)

اور آگے ارشاد فرمایا کہ

﴿ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴾ (سورۃ المعارج:4)

ملائکہ اور روح اس کے حضور چڑھ کر جاتے ہیں، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے)

مولانا مودودی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں عام فہم تشریح یوں فرمائی کہ "روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور ملائکہ سے الگ انکا ذکر، ان کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ سورۃ شعراء میں فرمایا گیا ہے کہ

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ0 عَلَىٰ قَلْبِكَ ﴾

"اس قرآن کو روح امین لے کر تمہارے دل پر نازل ہوئے ہیں۔"

اور سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:﴿قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ﴾ "کہو کہ جو شخص جبریل کا اس لیے دشمن ہو کہ اس نے یہ قرآن تمہارے قلب پر نازل کیا ہے۔"

ان دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ روح سے مراد جبریل ہی ہیں۔

"یہ سارا مضمون تشابہات میں سے ہے جس کے معنی متعین نہیں کیے جاسکتے۔ ہم نہ فرشتوں کی حقیقت جانتے ہیں، نہ ان کے چڑھنے کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں، نہ یہ بات ہمارے ذہن کی گرفت میں آسکتی ہے کہ وہ زینے کیسے ہیں جن پر فرشتے چڑھتے ہیں۔

"سورۃ حج، آیت 47 میں ارشاد ہوا ہے:

"یہ لوگ تم سے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ اللہ ہر گز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا، مگر تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہوا کرتا ہے۔"

سورۃ السجدہ، آیت نمبر 5 میں فرمایا گیا ہے:

"وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، پھر (اس کی روداد) اوپر اس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔"

اور یہاں عذاب کے مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ جو لوگ مذاق کے طور پر عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں ان کی باتوں پر صبر کریں اور اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اس کو دور سمجھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ ان سب ارشادات پر مجموعی نگاہ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ اپنے ذہن اور اپنے دائرہ فکر و نظر کی تنگی کے باعث خدا کے معاملات کو اپنے وقت کے پیمانوں سے ناپتے ہیں اور انہیں سو پچاس برس کی مدت بھی بڑی لمبی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایک اسکیم ہزار ہزار سال اور پچاس پچاس ہزار سال کی ہوتی ہے اور یہ مدت بھی محض بطور مثال ہے، ورنہ کائناتی منصوبے لاکھوں اور کروڑوں اور اربوں سال کے بھی ہوتے ہیں۔" (ت ق، حاشیہ 3 تا 5)

عبد بن حمید نے حسن سے روایت کیا کہ وہ دن ان (نیک بندوں) پر ایک فرض نماز کی طرح ہو جائے گا۔ یعنی وہ پچاس ہزار کا دن ایک فرض نماز کے پڑھنے کے وقت کے برابر ہو جائے گا۔

ابن ابی حاتم والحاکم وبیہقی نے البعث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ

"قیامت کا دن ایمان والوں پر صرف اتنا لمبا ہو گا جتنا ظہر اور عصر کے درمیان وقت ہے۔" (حاشیہ 26 اور 27، تفسیر در منشور، امام جلال الدین السیوطی)

پھر آگے حضرت محمد ﷺ کی طرف روئے سخن ہے کہ آپ ان (منکرین) کی طرف سے مذاق اُڑائے جانے پر صبر کیجیے۔

﴿ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ﴾

اصل بات یہ ہے کہ (منکرین حق) لوگ عذاب الٰہی کو دور سمجھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر یہ لوگ اسے بعید از امکان سمجھتے ہیں اور ہمارے نزدیک وہ قریب الوقوع ہے۔ قاضی ثنا اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ﴿ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ﴾ "پس اے محمد (ﷺ) تکذیب کفار پر خوبی کے ساتھ صبر کرو۔"

کافروں کی طرف سے سوال (اور مطالبہ عذاب) ۔۔۔ سے تنگ دل نہ ہوں اور ان پر عذاب آنے کی جلدی نہ کریں۔

اس وقت مطلب یہ ہو گا کہ آپ صبر کریں، عذاب ان کو بہالے جائے گا۔ عذاب کا وقت قریب ہے۔ (تفسیر مظہری)

آگے کا مضمون قیامت کے ہولناکیوں کے تذکرہ سے لبریز ہے اور اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ (منکر قیامت) لوگ آپ ﷺ سے قیامت لے آنے کی جلدی کر رہے ہیں۔ یہ ان کی ہنسی و کھیل ہے۔ ہاں ان کو یہ بات یاد رکھنی ہے کہ وہ دن بڑا ہی سختی والا ہو گا! کیونکہ یہ چیز ہی ایسی ہے اس دن مجرمین کا بُرا حشر ہو گا؛ یعنی ان کی حالت ایسے موقع پر یہ ہو گی کہ "اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کا حال نہ پوچھے گا۔" (سورۃ المعارج:10)

یعنی یہ ایسا نازک موقع ہو گا کہ ہر شخص کو اپنی ہی فکر لاحق رہے گی، کسی اور کی خیریت معلوم کرنے کا کسی کو ہوش ہی نہ رہے گا، حلانکہ یہ ایک دوسرے کو دکھا ے جائیں گے۔ بلکہ ہر ہر مجرم یہ تمنا کرے گا کہ کاش ﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ 0 وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ 0 وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ 0 وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ﴾ (سورۃ المعارج: 11-14) یہ اپنے پسندیدہ اور دل کو پیارے لگنے والے بچوں اور اپنی چہیتی بیوی اور اپنے

قریب ترین رشتہ داروں کو تک فدیہ میں دے کر اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کریں گے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اگر اس کا وہاں بس چلے تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو فدیہ دے کر چھٹکارا پالینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے؛ پھر آخر کار کیا ہو گا۔۔۔؟ فرمایا: ﴿كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ﴾ (سورۃ المعارج:15) ، مگر مشرک پھر بھی اپنی اس سعی میں ناکام ہو کر رہے گا۔ اصل میں یہاں "کلا" لفظ ہی مشرک کو بھڑکتی آگ سے بچنے کی تمنا سے روکنا مقصود ہے کہ ہر گز انکی تمنا پوری نہیں ہو گی وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ مستفاد (تفسیر مظہری)

اس کے بعد کا مضمون دو گروہ کے تذکرہ کے ساتھ آگے بڑھتا ہے یعنی دو طرح کے لوگوں کے کردار اور ان کے نتیجے بیان فرمائے گئے۔

پہلا گروہ مجرمین کا ہے جو حق سے منہ موڑ کر اپنی من مانی کی ہو گی اور مال و دولت جمع کر کے رکھا (بخل سے کام لیا) ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی بھڑکتی آگ ہے، ﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ﴾ وہ ، (ظالموں کے) گوشت پوست کو نوچ لے گی:

﴿تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ﴾ (سورۃ المعارج:17) پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی، ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری یعنی جو دنیا میں حق سے فراری اختیار کی، اللہ کے رسول کی ہدایات کی پرواہ نہ کی تھی! انکی ایک اور بیماری کا بھی ذکر ہوا، وہ یہ کہ ﴿وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ﴾ مال جمع کرنا سنبھال و سینت کر رکھنا وغیرہ، یہ دراصل انسان کے دنیا پرست ہونے اور لالچی پن و مرضِ بخل کو ظاہر کرتا ہے، پھر آگے تین آیات میں یہ بات آئی ہے:1۔ ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا﴾ (سورۃ المعارج:19)

ان میں نوع انسانی کی عام اخلاقی کمزوری کا ذکر ہے کہ وہ ﴿هَلُوعًا﴾ یعنی وہ حریص، جو حلال و حرام کی تمیز نہ کرے، چاہے جس طرح بھی اخلاقی پستی انسانی شرافت کو پامال کرنا پڑے، ہر حال میں وہ مال و دولت جمع کرنے میں منہمک ہو کر مادی اشیاء سے چپکے رہتا ہے۔!

2۔ ﴿إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا﴾ (سورۃ المعارج: 20) جب اسے تکلیف پہنچے تو سخت گھبرا جانے والا۔ اسکا دوسرا نقص یہ کہ وہ "جَزُوع" ہے یعنی اسکی گھبراہٹ و بے صبری کا عالم یہ کہ اسکی زندگی میں جب مصائب کی گھٹا چھانے لگے تو اسکے اوسان خطا ہونے لگتے ہیں اور امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

اس کا تیسرا نقص یہ کہ ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا﴾ (سورۃ المعارج: 21) اور جب اسے دولت ملے تو حد درجہ بخیل ہو جاتا ہے۔!

یعنی نعمت پاتے ہی بخل میں مبتلا ہو کر اپنے نزدیک یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس پر صرف اسی کا حق ہے۔!

نتیجتاً نوع انسانی کی "خدمت" اور دنیا کے اخلاقی وروحانی "بگاڑ" کو دور کرنے کے لئے مال خرچ کرنے سے کترانے لگ جاتا ہے۔ اور یہ انسانی کمزوری اور اخلاقی افلاس اور بخالت اسی وقت دور ہو سکتی ہے، جب آدمی الٰہی و نبوی تعلیم پر عمل پیرا ہو جائے۔

یہاں سے آیت کریمہ (35) تک اسکی تفصیل بیان فرمادی گئی؛ جسکا آغاز نماز پڑھنے والوں کے ذکر سے ہوتا ہے اور نماز کی حفاظت پر ختم ہوتا ہے۔

جنہیں خوش نصیب بندوں میں شمار کیا جائے گا، جن کے اندر یہ اور یہ اعلیٰ کردار ہوں گے۔ مثلاً اللہ کے خوف کے ساتھ زندگی بسر کی، آخرت کو حق جانا، نماز کی پابندی کی ، اپنے مال سے راہ للہ، خدا کے مستحق بندوں کی مدد کی اور ان کا حق ادا کیا۔ بدکاریوں سے اپنی زندگی کو پاک رکھا اور امانت میں خیانت نہیں کی ہو گی۔

یعنی جو اپنی امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد کا پاس و خیال کرتے ہیں، اپنی گواہیوں کے معاملہ میں کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ اسے چھپاتے ہیں اور ان کی ایک خاص بات کا ذکر کیا گیا کہ

یہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی یہ صرف نماز ادا ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے پورے احترام وآداب کے ساتھ لازمی طور پر (اپنے اہل عیال کے ساتھ) اہتمام کرتے ہیں، گویا کتاب و سنت پر چل کر اپنے اندر اعلیٰ صفات پیدا کرنے والے لوگ: ﴿أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ﴾ "عزت و اکرام کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے۔" (سورۃ المعارج:35)

خلاصہ یہ کہ انسان کے اندر جو نقائص و کمزوریاں پائی جاتی ہیں، یہ سب اعمال صالحہ پر چلنے اور کتاب و سنت کا پابند ہونے سے دور ہو جاتے ہیں۔ پھر آگے کی آیت میں (ان بد نصیب لوگوں کا ذکر ہوا جو، دعوت و تبلیغ اور تلاوت قرآن کی آواز سن کر) نبی ﷺ کا مذاق اڑانے اور آوازے کسنے کے لیے چاروں طرف سے دوڑ پڑتے ہیں، کیا ان میں سے ہر ایک یہ طمع کرتا ہے کہ وہ (ایمان وعمل صالحہ کے بغیر) نعمتوں بھری جنت میں داخل کیا جائے گا۔۔۔؟ نہیں نہیں یہ تو (انکی)

"ایں خیال است و محال است و جنوں"

"خود ساختہ تمنا ہے!!! جنت کے مستحق تو حقیقت میں وہی لوگ ہیں جنکے اوصاف حمیدہ کا اوپر ذکر ہوا۔

اختتامی طور پر آیت کریمہ 41 میں، بظاہر نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے، لیکن اس میں کفار کو جھنجوڑا گیا کہ یہ لوگ، آپ ﷺ کا مذاق اُڑانے کیلئے چاروں طرف سے ٹوٹ پڑ رہے ہیں، انہیں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ اگر نبی (ﷺ) کی بات نہ مانو گے تو تمہاری جگہ اللہ تعالیٰ دوسروں کو اُٹھائے گا یعنی اللہ جب چاہے تمہیں ہلاک کر سکتا ہے اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اُٹھا سکتا ہے جو تم سے بہتر ہوں۔

اس سلسلہ میں، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"یا یہ مطلب ہو کہ ان کفار مکہ کو ہنسی ٹھٹا کرنے دیجئے، ہم خدمت اسلام کے لئے اس سے بہتر قوم

لے آئیں گے چنانچہ "قریش" کی جگہ اس نے "انصار مدینہ" کو کھڑا کر دیا۔ اور مکہ والے پھر بھی اس کے قابو سے نکل کر کہیں نہ جاسکے۔ آخر (انہیں) اپنی شرارتوں کے مزے چکھنے پڑے۔" (تفسیر عثمانی)

لہٰذا ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ کھیل میں پڑا رہنے دیجئے یعنی ان کے تمسخر کو خاطر میں نہ لائیے ~کیونکہ یہ لوگ قیامت ہی کی ذلت ورسوائی پر بضد ہیں تو انھیں اپنے ناپاک مشغلوں میں مبتلا رہنے دیں یہ خود اپنا بُرا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

یعنی﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾

انکی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی،﴿تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ذلت ان پر چھا جائے گی، اس لئے وہ اپنی نظروں کو اوپر اٹھا نہ سکیں گے یہ وہ دن ہو گا جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔" (سورۃ المعارج:44)

حاصل کلام: سورۃ المعارج میں مشرکین اور منکرین آخرت کے لئے بہت بڑا درس عبرت ہے! ہم سب اللہ کریم سے رحم و کرم کی امید کے ساتھ، دعا کرتے ہیں:تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ أَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ۔ آمین

☆☆☆

امام کی تلاش

پچھلے دنوں ایک مسجد میں نئے امام کی تلاش جاری تھی۔ چند کمیٹی ممبران ایک مفتی صاحب کے پاس چلے گئے۔ رسمی سلام و دعا کے بعد مفتی صاحب نے آنے والوں سے آنے کا مدعا پوچھا: کیسے آنا ہوا؟

مسجد کمیٹی: بس آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے، آپ جیسے بزرگوں کی صحبت نصیب ہونا بھی سعادت کی بات ہے۔

مفتی صاحب: ماشاء اللہ! اللہ خوش رکھے۔ پھر بھی اگر کوئی کام ہے تو بتا دیں کیونکہ مجھے کسی کام سے باہر جانا ہے۔

مسجد کمیٹی: جی بس آپ سے ملنا بھی تھا اور ایک عرصے سے ہمارا آپ کے ہاں آنا جانا ہے تو ہم نے چاہا کہ ہم اپنی مسجد کے لیے امام صاحب بھی آپ ہی کے پاس سے لے جائیں۔

مفتی صاحب: پہلے امام صاحب کہاں ہیں؟

مسجد کمیٹی: انہیں فارغ کر دیا ہے۔

مفتی صاحب: کیوں؟

مسجد کمیٹی: ٹائم نہیں دیتے تھے؟

مفتی صاحب: کیا مطلب؟

مسجد کمیٹی: جی وہ نماز کے لیے ٹائم پر نہیں آتے تھے اور چھٹیاں بھی بہت کرتے تھے؟

مفتی صاحب: ٹائم پر کیوں نہیں آتے تھے؟

مسجد کمیٹی: جی وہ اِدھر اُدھر ٹیوشن پڑھانے نکل جاتے تھے پھر نماز پہ کبھی ایک منٹ رہتا تو پہنچتے اور کبھی بالکل عین جماعت کے ٹائم پر پہنچتے تھے اور کبھی پہنچتے ہی نہیں تھے روز کسی نہ کسی نماز کی چھٹی کر لیتے تھے۔

مفتی صاحب: وظیفہ کیا دیتے ہیں؟

مسجد کمیٹی: جی ان کو آٹھ ہزار (8000) دیتے تھے اور اب آپ کے امام صاحب کو دس ہزار دیں گے۔

مفتی صاحب: امام صاحب فیملی کے ساتھ رہتے تھے؟

مسجد کمیٹی: نہیں اکیلے تھے، ہمارے پاس فیملی رہائش کی سہولت نہیں ہے، اب کوشش کر رہے ہیں۔

مفتی صاحب: آپ جانتے ہیں کہ اس منصب کی ابتدا سید المرسلین ﷺ نے کی اور خلفائے راشدین نے اسے پروان چڑھایا۔ خلفائے راشدین بیک وقت حاکم بھی تھے اور امام بھی۔ ان کے بعد منصبِ امامت والے انہی کے نائبین کہلاتے ہیں۔ اسی لیے مصلائے امامت کو مصلائے رسول اور منبرِ مسجد کو منبرِ رسول بھی کہتے ہیں۔ اب خود ہی سوچیں کہ یہ کتنا مقدس منصب ہے اور اس کی کتنی قدر ہونی چاہیے۔ آج کل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام صاحب چوبیس گھنٹے مسجد میں موجود رہیں اور ہم جو بھی کہیں امام صاحب وہی کریں لیکن دوسری طرف لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انہیں اتنا بھی وظیفہ نہیں دیتے جس سے ان کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ آج اس دور میں سرکاری طور پر ایک مزدور کا وظیفہ بھی چودہ ہزار (37000) مقرر ہے لیکن لوگوں کی کم ظرفی تو دیکھیں کہ جس منصب کا رتبہ ملک کے صدر و وزیر اعظم سے بھی اعلیٰ ہے اسے ایک مزدور کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتے، ارے میرے نزدیک تو امام و قرآن کی قدر یہ ہے کہ امام صاحب جو صرف نمازِ فجر میں ہمیں قرآن سناتے ہیں اگر صرف ایک نماز پر انہیں ہم ایک لاکھ روپے وظیفہ دیں تو یہ بھی کم ہے۔ اور یہاں اس مقام کی قدر یہ ھے کہ لوگ سات آٹھ ہزار دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم ان پر بڑا احسان کرتے ہیں اور اگر ان کا اپنا بیٹا 30، 40 ہزار بھی کماتا ہو پھر بھی انہیں کم نظر آتا ھے اور انہی امام صاحب سے دعا کرائیں گے کہ بچے کی کوئی اچھی جاب لگ جائے، حیرت و افسوس کا مقام ہے۔

لوگوں کا خیال ہے کہ امام صاحب اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے نہ ٹیوشن پڑھائیں نہ کچھ اور کام کریں صرف ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں۔

کیا وہ انسان نہیں ہیں؟

کیا ان کے بیوی بچوں کی ضروریات نہیں ہیں؟

کیا وہ اپنے بیوی بچوں کو خوشیاں دینے کے مستحق نہیں ہیں؟

آج لوگوں کو امام نہیں ایک نوکر اور غلام کی تلاش ہے، مہربانی فرما کر تشریف لے جائیں اور دوبارہ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر مفتی صاحب چل دیئے اور کمیٹی ممبران دیکھتے رہ گئے۔

حاصلِ کلام: اصل مسئلہ امام کی کمی نہیں، قدر کی کمی ہے۔ ہمیں امام نہیں، اپنا رویہ بدلنے کی ضرورت ہے۔ اگر مسجدیں آباد دیکھنا چاہتے ہیں، اگر اپنی نسلوں کی دینی حفاظت چاہتے ہیں، تو ائمہ کرام کی عزت، کفالت اور دلجوئی کو اپنی اولین ذمہ داری سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں منصبِ امامت کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اشکبار کر دینے والے مناظر

پروفیسر سینیٹر ساجد میر رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ، رب العالمین حمد و صلاح، شکر و تعریف اور عظمت و بزرگی سب اللہ رب العالمین کے لیے، جو مالک الملک، خالق کُل اور عالم کل ہے۔ درود و سلام اور صلوۃ و تسلیم سرور انبیاء کے لیے جو امام کل اور رحمت کل ہیں، تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں جھگڑا ہوا، ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔ قتل ہونے والے نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میری طرف اپنا دست قتل آگے کر دیا بڑھاؤ بھی تو میں اپنا ہاتھ تمہیں جوابی طور پر مارنے کے لیے آگے نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں کہ میرے ہاتھ سے کوئی انسانی جان نہ جائے، ضائع نہ ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت گزشتہ دفعہ بیان کی تھی۔ آج بات کریں گے ان کی مظلومانہ شہادت کی، جو قرآن کے اسی بیان کی تصویر اور عکاسی کرتی ہے کہ ظالموں نے اپنے ہاتھ ان پر ظلم کے لیے، ان کے قتل کے لیے ان کی شہادت کے لیے آگے بڑھائے، لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ کو روکے رکھا۔ حتی کہ اپنے حامیوں اور اپنے دوستوں کے ہاتھوں کو بھی روکا کہ کوئی کسی مسلمان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین نہیں کرے گا۔ حیرت ہوتی ہے، آج انسان سوچتا ہے تو حیران ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد 30، 35 سال بعد آخر کیا ہوا کہ قرآن کے ماننے والوں نے، قرآن کو جمع کر کے ساری دنیا میں پھیلانے والے کو قرآن پڑھتے ہوئے شہید کیا۔ وجہ کیا تھی؟ وجوہات کئی ہیں، ایک بات تو یہ ہے کہ عربوں کی پرانی قبائلی عداوتیں اور دشمنیاں، جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توفیق سے ختم کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہماری قدرت ہے کہ ہم نے ان کے دلوں کو ملا دیا، ٹھیک ہے، مل گئے تھے مگر بہت سے لوگوں میں وہ عداوتیں وہ چیزیں مکمل ختم نہیں ہوئی تھیں، دب دب گئی تھیں، دبی ہوئی موجود تھیں، کچھ عرصے کے بعد وہ قبائلی کدورتیں، عداوتیں، دشمنیاں اور مقابلہ بازیاں یہ چیزیں پھر کچھ نہ کچھ باہر آنا شروع ہو گئیں۔

دوسری بات بہت سے لوگ نَو مسلم تھے۔ ان کی تربیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں یا صحابہ کے ہاتھوں نہیں ہوئی تھی یا کم ہوئی تھی اور پھر یہ بھی ہے کہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آہستہ آہستہ دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ جہاد کے لیے یا ویسے کسب معاش کے لیے کسی اور ضرورت کے لیے، کوئی شام جا بسا، اس وقت کی جو مسلم دنیا تھی، اس میں انہوں نے اپنے ٹھکانے بنا لیے تھے، مدینہ مکمل طور پر تو نہیں لیکن بڑی حد تک ان صحابہ سے خالی ہو گیا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ لوگ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت جنہیں ملی تھی۔ وہ نہ رہے تھے، یا تعداد ان کی بہت کم ہو گئی تھی، تیسری طرف ایرانی مغلوب ہو گئے تھے، خلافت راشدہ کے دور میں ان کی بہت بڑی سلطنت ختم ہوئی، مسلمانوں کے ہاتھ آئی، ان میں سے بہت سے مسلمان ہوئے۔ بہت سے مفید اور خدمت گزار بنے لیکن ان میں سے کئی لوگ ایسے بھی تھے جن کے دل میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف عداوت باقی تھی اور ختم نہیں ہوئی تھی کہ یہ بدو یہ گنوار یہ ہم پر حاکم بن گئے، یہ ہم پر مسلط ہو گئے، ہماری تہذیب اور ہمارے تمدن کو انہوں نے ختم کر دیا تو درپردہ نفرت کا ایک طوفان تھا جو بہت سے لوگوں کے دلوں میں دبا ہوا تھا اور اسی طرح یہودی جو ہمیشہ سے سازشوں کے سرغنہ اور سازشوں کے استاد اور ماہر رہے۔ ان کی سازشیں بھی تھیں۔ انہوں نے بھی مسلمانوں میں نفرت اور بددلی پھیلانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ انہی میں سے ایک شخص پیدا ہوا، جس کا نام عبد اللہ بن سبا تھا۔ جو بظاہر مسلمان ہوا لیکن اپنی پرانی نفرت اور پرانی عداوت پر قائم رہا اور اس کا غصہ نکالنے کے لیے اس نے سازشیں کیں، باغیوں کو تیار کیا، اعتراض بنائے گئے، پیدا کیے گئے، تلاش کیے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرزِ خلافت طرزِ حکومت کے متعلق کہا کہ جی یہ بیت المال کا پیسہ اپنی مرضی سے خرچ کرتے ہیں۔ اس طرح اس کی حفاظت نہیں کرتے جس طرح ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کی، کہا گیا کہ جی یہ کنبہ پرست ہیں، خدانخواستہ اپنے قریبی عزیزوں کو عہدے اور منصب بخشتے ہیں، ان کو آگے کرتے ہیں، اسی طرح کے کچھ اعتراض، ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جی انہوں نے قرآن ختم کرایا ہے۔ دراصل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی کو پھیلایا، بڑے بڑے شہروں میں اس کی کاپیاں رکھوائیں اور کہا کہ جو کاپی اس کے مطابق ہو وہ صحیح ہے۔ اسی سے نقل کر کے جو مزید کاپی بنانا چاہے، بنا سکتا ہے وہ، لیکن اس کے علاوہ جو کاپی ہے ان کو ختم کر دو، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کیا کہ

یہی Official، سرکاری اور مصدقہ نقل ہے۔ اس کے علاوہ باقی سب کو ختم کر دو، اس پر یہ الزام بھی ان پر لگا یا گیا، پھر ہوا کیا؟ عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے اکسانے پر یہ سازش آگے بڑھی، جب حج کا دور اور حج کا زمانہ آیا تو لوگ حج کے بہانے کہہ لیں یا حج کی وجہ سے مکے میں اکٹھے کیے گئے اور پھر ان میں سے جو اس طرح کا ذہن رکھنے والے باغی، مفسد اور فسادی تھے، انہوں نے حج کے بعد مل کر مدینے کا رخ کیا اور مدینے میں آ کے شہر کے باہر ان کا پڑاؤ تھا، انہوں نے بعض سینئر صحابہ مثلاً حضرت علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم کو پیغام بھیجے کہ ہم آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔ خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ہٹائیں، آپ میں سے جو بھی خلیفہ بننا چاہے، وہ بن جائے ہم اس کا ساتھ دیں گے۔ تینوں نے انکار کیا کہ نہیں وہ خلیفہ ہیں، وہی رہیں گے ہماری کوئی ایسی خواہش نہیں ہے، نہ ہماری خواہش ہے، نہ ہم تمہاری مدد لینے کے لیے تیار ہیں۔

اس کے بعد انہی حضرات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا نمائندہ بنایا اور باغیوں کی طرف بھیجا کہ جا کے ان سے بات کرو کہ وہ چاہتے کیا ہیں؟ کس طرح ٹلتے ہیں لیکن خون ریزی سے بچنا ہے تو انہوں نے جو اعتراض کیے ان میں یہ بھی کہا کہ مصر میں انہوں نے اپنے ایک سوتیلے بھائی عبداللہ بن سعد کو حاکم اور گورنر مقرر کیا ہے، اس کو ہٹائیں یہ کنبہ پروری ہے، حالانکہ اس میں صلاحیت تھی۔ آپ نے فساد مٹانے کے لیے اس طرح کے مطالبات اور خاص طور پہ یہ مطالبہ تسلیم کر لیا اور باغیوں میں بدقسمتی سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابی بکر بھی شامل تھے، عبداللہ بن سعد کی جگہ ان کو گورنر بنا دیا اور اپنے بھائی کو ہٹا دیا، باغی چلے گئے۔ ان کا ایک بڑا مطالبہ پورا ہو گیا تھا، لیکن چند دن بعد پھر وہ دندناتے ہوئے آ گئے اور انہوں نے مدینے کی گلیوں میں انتقام، انتقام، انتقام کا شور ڈال دیا۔ پوچھا، کیا ہوا بھائی؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پیچھے انہوں نے اپنے ایک اور عزیز، مروان کو بھیجا تھا یہ حکم اور خط دے کر کہ باغیوں کے سرداروں کو پکڑ کے ختم کر دو۔ اس کے لیے انہوں نے ایک جعلی خط بھی بنا لیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو مروان کو لکھا۔ انہوں نے کہا کہ اب تو ہم نہیں چھوڑیں گے۔ اب تو ہم ان کو مار کے یا ہٹا کے ہی دم لیں گے، ویسے ہم نہیں جائیں گے۔ انہوں نے محاصرہ کر لیا، کئی دن تک کھانے پینے کی کوئی چیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچنے نہیں دی گئی۔ باغیوں نے اب مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے حوالے کیا جائے۔ ہم اسے قتل کریں یا جو مرضی سزا دیں، بس انہیں ہمارے حوالے کیا جائے۔ آپ نے کہا نہیں۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ایک آدمی کا خون یا قتل اللہ کے نزدیک ساری مخلوق کو مارنے کے برابر ہے، جو بغیر حق کے کسی کو مارے گویا کہ اس نے سارے لوگوں کو مار دیا۔

مروان کا خون یہ بہائیں گے لیکن اس کی ذمہ داری مجھ پر آئے گی کہ میں نے ان کے حوالے کیا، اس لیے میں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، جو فاضل متقی صحابہ میں سے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، ان کو بلایا اور ان سے مشورہ کیا کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا میں خلافت چھوڑ دوں؟ کیا میرے خلافت چھوڑنے سے یہ راضی ہو جائیں گے؟ آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے سیدھا جواب دینے کی بجائے کچھ سوال کیے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے یہ بتائیں کہ آپ دنیا میں ہمیشہ رہیں گے؟ کہا، نہیں، کوئی انسان ہمیشہ نہیں رہتا۔ اللہ کے رسول بھی نہیں رہے تو ہم کہاں رہیں گے؟ تو اگر یہ قتل کر دیں یا شہید کر دیں یا کوئی اور طریقہ ہو تو دنیا سے جانا تو طے ہے۔

دوسرا سوال انہوں نے کیا، کیا جنت دوزخ کا فیصلہ یہ لوگ کر سکتے ہیں؟ کیا یہ جنت دوزخ کے مالک ہیں کہ چاہیں تو آپ کو جنت میں بھیج دیں یا جہنم میں دھکیل دیں؟ کہا، نہیں، اللہ ہی جنت و دوزخ کا مالک ہے، وہی فیصلہ کرے گا۔

کہا پھر ان کی بات کیوں مانتے ہیں؟ اسی طرح انہوں نے کہا کہ اگر دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا اور جنت دوزخ کا فیصلہ بھی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے، تو پھر آپ یہ خلافت کی قبا اور قمیض جو اللہ نے آپ کو پہنائی ہے، اس کو مت اتاریں۔ اپنے منصب پر قائم رہیں، جو ہو گا، آپ کے لیے اچھا ہی ہو گا۔

بہرحال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خواہش یہی تھی کہ میری طرف سے ہاتھ نہ اٹھے، میری طرف سے ظلم نہ ہو، میری طرف سے خون نہ بہے۔ جیسے بھی تھے آپ انہیں مسلمان سمجھتے اور کہتے تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ مسلمان کا خون میں کسی قیمت پر نہیں بہاؤں گا۔ بات بڑھتی گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جو موقف تھا، بظاہر لگتا ہے کہ کمزور موقف تھا لیکن اس کی بنیاد یہی تھی کہ میں کسی مسلمان کا خون نہیں بہاؤں گا۔

حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ اگر موقع آئے تو اے مسلمان! تو آدم کے بیٹوں میں سے بہتر بیٹا بن، یعنی مقتول بن جا، قاتل نہ بن۔ (جامع ترمذی: 2194) اس حدیث کا مطلب یہی ہے۔ آدم کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر اور اچھا بیٹا وہ تھا، جو اللہ سے ڈرتا تھا، جس نے ظلم نہیں کیا اور قتل کی کوشش نہیں کی جبکہ دوسرا ظالم اور قاتل تھا۔

تو نصیحت یہی ہے کہ ایسے موقع پر خون بہانے والا نہ بنو۔ اگر تمہارا خون بہہ جائے تو اس کا حساب اللہ کرے گا۔

کئی دن محاصرہ جاری رہا، صحابہ نے اپنے جوان بیٹوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر حفاظت اور دفاع کے لیے

بھیجا۔ حتی کہ حضرت علی ؓ نے اپنے صاحبزادوں حسن اور حسین ؓ کو بھی بھیجا۔ وہ بھی پہرہ دیتے رہے، حضرت عثمان ؓ کی حفاظت کی ڈیوٹی دیتے رہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ کربلا میں حضرت حسین ؓ نے جو صبر و رضا کا مظاہرہ کیا، اس کی تربیت جنگوں کے علاوہ انہیں یہاں سے بھی یقیناً ملی ہو گی۔ جہاں وہ پہرہ دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان ؓ کے کتنے بڑے صبر اور کتنی تسلیم و رضا کا مظاہرہ دیکھا۔ حضرت عثمان شہید ہو گئے لیکن ظلم سے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔

حضرت عثمان ؓ، آخرت کا بہت زیادہ خیال رکھنے والے تھے، ایک موقع پر ایک خادم سے کوئی غلطی ہوئی۔ اس کی سرزنش کے لیے حضرت عثمان نے اس کا کان کھینچا۔ فوراً انہیں احساس ہوا کہ وہ نرمی سے سمجھا سکتے تھے اور کان کھینچ کر شاید زیادتی کر دی۔ اس پر انہوں نے اسی خادم سے کہا کہ یہیں بدلہ لے لو تاکہ آخرت میں بدلہ دینے کی نوبت نہ آئے۔ خادم نے ادب اور احترام سے آہستہ سے کان کھینچا مگر حضرت عثمان ؓ نے اصرار کیا کہ میں نے زور سے کھینچا تھا تم بھی زور سے کھینچو تاکہ بدلہ پورا ہو۔

اس موقع پر بھی حضرت عثمان ؓ نے چھت پر کھڑے ہو کر باغیوں سے خطاب کیا۔ اپنی خدمات اور کچھ اہم باتیں انہیں یاد دلائیں۔ انہوں نے فرمایا: ”وہ وقت یاد کرو جب مسجد نبوی میں، جو نبی کریم ﷺ کی تعمیر کردہ تھی، جگہ کم پڑ گئی۔ کون تھا جس نے اس کی توسیع کی اور اس پر اپنا مال خرچ کیا؟ یاد کرو، جب مدینے میں مسلمانوں کے لیے پینے کا پانی میسر نہیں تھا، مشکل سے دستیاب ہوتا تھا اور اس کے لیے قیمت دینی پڑتی تھی۔“

یہودیوں سے پانی خریدنے کی دشواری کا ذکر کرتے ہوئے، حضرت عثمان ؓ نے یاد دلایا کہ جب مدینے میں مسلمانوں کے لیے پینے کا میٹھا پانی دستیاب نہیں تھا تو کس نے میٹھے پانی کا کنواں خرید کر اللہ کی راہ میں وقف کیا تھا تاکہ کوئی بھی بغیر قیمت کے پانی لے سکے۔

پھر انہوں نے فرمایا، بیعت رضوان کا واقعہ یاد کرو۔ جب نبی کریم ﷺ نے عمرے کا ارادہ کیا لیکن انہیں مکہ سے باہر روکا گیا تو آپ نے گفت وشنید کے لیے مجھے اپنا نمائندہ بنایا۔ جب میری شہادت کی غلط خبر پھیلی تو آپ نے بیعت رضوان لی۔ اللہ نے اس بیعت کے بارے میں قرآن مجید نازل فرمایا اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دیا۔ یہ سوال بھی کیا کہ کس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا نمائندہ بنایا تھا؟ اس کے بعد انہوں نے باغیوں سے سوال کیا: ”کس وجہ سے مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ وجہ بتاؤ!“ انہوں نے یاد دلایا کہ نبی کریم ﷺ نے اسلام میں قتل کی صرف تین وجوہات بیان کی ہیں: اگر کوئی قاتل ہو اور اس کا جرم ثابت ہو تو اسے قاضی یا حکومت کے حکم پر سزا دی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ زانی ہو، تو اسے سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ اگر کوئی مرتد ہو جائے، یعنی اسلام چھوڑ دے تو اسے حکومت کے ذریعے سزا دی جا سکتی ہے۔ حضرت عثمان ؓ نے کہا: ”نہ میں کسی کا قاتل ہوں، نہ کبھی بدکاری کے قریب گیا ہوں اور نہ ہی میں مرتد ہوا ہوں۔ پھر مجھے قتل کرنے کا جواز کیا ہے؟“ میں مرتد بھی نہیں ہوں، تینوں وجوہات مجھ پر لاگو نہیں ہوتیں، پھر کیسے مجھے قتل کر سکتے ہو؟ اس موقع پر پیاس بہت تھی، آپ نے مجبور ہو کر کہا، تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو مجھے پانی ہی پلا دے؟ لیکن وہ تو ظالم تھے، مفسد تھے، فساد پر تلے ہوئے تھے۔ یہ بات کسی ذریعے سے حضرت علی ؓ تک پہنچی اور وہ تڑپ اٹھے۔ انہوں نے اپنے کچھ خادم غلام پانی کے مشکیزے دے کر بھیجے۔ باغیوں نے ان کو روکا، لیکن وہ لڑتے بھڑتے اندر چلے گئے اور پانی آپ تک پہنچا دیا۔

پھر وہ رات آئی جس صبح ان کی شہادت ہو گئی تھی۔ عام لباس آپ کا تہہ بند تھا، جیسے ہمارے دھوتی یا لاچا ہوتا ہے، لیکن اس وقت آپ نے شلوار یا پاجامہ پہنا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر میں شہید کیا جاؤں تو بے پردگی نہ ہو۔ باغی اندر آئے، ظالم آگے بڑھا، اس نے آپ کی پیشانی پر وار کیا، نیچے گرایا اور پھر مزید وار کیے۔ (سیرت عثمان: 233-245)

وفا شعار بیوی نہتی تھی لیکن اپنے خاوند کے دفاع کے لیے آگے بڑھی۔ تلوار نے اس کی بھی انگلیاں کاٹ دیں، تین انگلیاں کاٹ دیں۔ بالآخر آپ شہید ہو گئے، لیکن حضرت عثمان ؓ کا خون ایک ایسا دریا بنا، جس نے بعد میں بہت سے حادثات کو جنم دیا۔ گویا حادثات کا ایک دروازہ کھل گیا اور ان حادثات میں کربلا کا حادثہ بھی شامل ہے۔ اس کی بھی کڑیاں اس سے ملتی ہیں۔ یہ مظلوم شہید حضرت عثمان ؓ کی شہادت ہے۔ آخرت میں تو اللہ ان شاء اللہ بڑا اجر عطا فرمائے گا، لیکن دنیا میں وہ ایک سبق چھوڑ گئے کہ کسی بھی قیمت پر ظالم نہ بنو، مظلوم بن جاؤ۔ اپنا دفاع جائز ہے، اس کے لیے لڑنا بھی جائز ہے، لیکن انہیں خطرہ تھا کہ دفاع کرتے ہوئے میرے ہاتھ سے خون نہ ہو۔ یہ مشکل سبق ہے، لیکن بہت بڑا سبق ہے، جو حضرت عثمان ؓ نے اپنی مظلومانہ شہادت سے دیا۔ اللہ تعالی ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ، خاص طور پر خلفائے راشدین اور حضرت عثمان سے راضی ہو اور ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین



جائفل اور جاوتری کا استعمال

ڈاکٹر سید حسین مدنی (مؤسس ادارۂ کل ہند تحقیقات علمیہ وصدر فتویٰ بورڈ تلنگانہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه

جائفل اور جاوتری کا استعمال

جائفل، جائے پھل، جاوتری یا جلوتری جسے عربی میں جوز الطیب، جوزۃ الطیب اور جوز بوّاء، اور انگریزی میں NUTMEG کہا جاتا ہے جو پچیس قسموں پر مشتمل ، ناشپاتی سے مشابہ انتہائی دل کش مہک کا حامل ایک قسم کا پھل ہے جو کھانے کو نہایت ہی خوش بو دار بلکہ خوش ذائقہ بھی بناتا ہے۔

تھوڑی سی مقدار میں جائفل اگر استعمال کیا جائے تو اس کے طبی ونفسیاتی فوائد کی فہرست طویل اور متاثر کن ہے، کیوں کہ یہ مقوی اور مفرح ہونے کے ساتھ ساتھ خون کی گردش ، زبانی ودماغی صحت ، مدافعتی نظام اور تحسین ہاضمہ ، بلڈ پریشر اور شوگر کو متوازن رکھنے میں مدد گار، بے خوابی کا عمدہ معالج، اور ڈپریشن سے نکلنے میں موثر و معاون ثابت ہوتا ہے ، عام دردوں کو بالخصوص سوزش سے منسلک درد کو کم کرتا ہے ، گردے کی پتھری کو پگھلانے اور جگر کی کارکردگی کو بڑھانے کا سبب بنتا ہے ، علاوہ ازیں وائرس، فنگس اور انفیکشن کو مارتا ہے، بلکہ پورے جسم کو Detoxifies کرتا ہے۔

اس خشک پھل کے شرعی حکم سے متعلق علمائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے:

☆امام ابن دقیق العید، اور امام ابن حجر ہیتمی (الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج/1، ص/354-355)، شیخ مقبل بن ہادی الوادعی رحمہم اللہ ، استاذ محترم شیخ سلیمان الرحیلی حفظہ اللہ اور بیشتر علمانے فرمایا: یہ عمومی طور پر نشہ آور ہونے کی وجہ سے مطلقاً حرام ہے۔

☆کچھ معاصر اہل علم کا موقف ہے کہ کھانے کے ساتھ استعمال کی صورت میں یہ حرام نہیں لیکن اسے تنہا کھانا ممنوع ہے۔

☆بعض علما کا ماننا ہے کہ جائفل اگر مسکر و مضر یعنی نشہ آور اور نقصان دہ مقدار میں استعمال ہونے لگے تو حرام ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے ہر مسکر و مفتر سے منع کیا ہے، (سنن أبي داود ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر ، ح/3686 ، بروایت ام سلمہ رضي الله عنها ، اس حدیث کو امام عراقی اور شیخ البانی نے صحیح اور امام ابن حجر نے حسن بتایا ہے۔) اور مفتر نشے کے مقدمے اور ذریعے کو کہا جاتا ہے۔

☆دیگر علمانے تفصیل بیان کی کہ جائفل کی کم مقدار جائز اور زیادہ مقدار حرام ہے ، کیوں کہ جائفل کی قلیل سی مقدار عقل میں فتور کا باعث بنتی ہے اور نہ ہی نشہ کا سبب ثابت ہوتی ہے۔

امام ابن عابدین حنفی (ت 1252ھ) نے ذکر کیا کہ ما أسكر كثيره فقليله حرام (السنن الكبرى للنسائي، كتاب الأشربة ، باب تحريم كل شراب ... ، ح/5097 ، برایت عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، بسند صحيح) یعنی زیادہ مقدار میں جس چیز کا استعمال نشہ پیدا کر دے تو اس کا کم مقدار میں استعمال بھی حرام ہو گا یہ ضابطہ مائع یعنی سیال مسکر و نشہ آور کے ساتھ ہی خاص ہے اور جامد کا حکم الگ ہے، اس حیثیت سے کہ جامد نشہ آور مقدار میں استعمال ہو تو حرام ہو گا لیکن قلیل (کم) مقدار میں اور نفع بخش استعمال ہو تو جائز ہو گا، کیوں کہ اس کی حرمت خود اس (عین) سے وابستہ بذات خود اور بنفس نفیس نہیں بلکہ خارجی وجہ یعنی نقصان دہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ (حاشیۃ ابن عابدین، ج/6 ، ص/458-457 ، وعون المعبود للعظيم آبادي مع حاشية ابن القيم شرح سنن أبي داوَد ، ج/10 ، ص/95، اور اس سے ملتا جلتا موقف مجمع الفقہ الإسلامي کا بھی ہے ، مجلۃ المجمع الفقہ الإسلامي ، ج/8 ، ص/1172۔ اس سے مشابہ موقف دیوبندی مکتب فکر اور دیگر اہل علم کا بھی ہے۔)

امام حطاب رعینی مالکی (ت 954ھ) نے امام ابن فرحون کے حوالے سے فرمایا کہ عمومی طور پر تھوڑی سی مقدار میں جائفل تناول کرنا جائز ہے اور وہ طاہر بھی ہے۔ (مواهب الجليل في شرح مختصر خليل ، ج/1، ص/90)

امام خرشی یا خراشی مالکی (ت1189ھ) نے فرمایا کہ قابل اطمینان فرد کو جائفل بیچنا جائز ہے۔ (شرح الخرشي على مختصر خليل، ج/1، ص/84)

امام شہاب الدین رملی شافعی (ت957ھ) نے فرمایا کہ قلیل مقدار میں ہو تو کھانا جائز اور کثیر مقدار میں ہو تو کھانا حرام ہے۔ (فتاوى الرملي ، ج/4 ، ص/71)

امام احمد المنقور حنبلی رحمہ اللہ (ت1125ھ) نے فرمایا کہ عام طور پر جس تھوڑی سی مقدار میں نشہ پیدا نہ ہوتا ہو وہ حرام نہیں ، اور وہ پاک بھی

ہے۔(الفواکہ العدیدۃ في المسائل المفیدۃ ، ج/1 ، ص/352)

امام ومحدث شمس الحق یا شرف الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ(ت1329ھ)نے فرمایا کہ جائفل میں نشہ نہیں ۔۔۔ لہذا کھانے اور دواؤں میں اس کا قلیل استعمال حرام نہیں۔(عون المعبود وحاشیہ ابن القیم شرح سنن أبي داود، ج/10، ص/96)

عالم ربانی ومحدث دوراں علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ(ت1420ھ) نے کھانے کو لذیذ اور خوش ذائقہ بنانے کے لیے مصالحے (مسالے) کے طور پر کم مقدار میں استعمال کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں جانا۔ (سلسلۃ الہدی والنور، شریط/21، مقطع/7)

ملک شام کے عالم دکتور وہبہ زحیلی نے کم مقدار میں جائفل کے استعمال میں کوئی حرج اور مانع نہیں سمجھا۔ (الفقہ الإسلامي وأدلتہ ، ج/ 7 ، ص/5266 ، و5513)

مورخہ 24-22/مئی/1995ء کو کویت میں منعقدہ طبی علوم سے متعلق اسلامی تنظیم کے آٹھ ویں اجلاس میں قرارداد منظور کی گئی کہ ذائقہ کی بہتری کے لیے جائفل کو تھوڑی سی مقدار میں استعمال کرنے اور اسے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(موسوعۃ صناعۃ الحلال، ج/3، ص/55)

دار الافتاء المصریہ، دار الافتاء آسٹریلیا، اور سعودیہ کے مشائخ میں دکتور خالد المصلح ودیگر علما کا بھی یہ موقف ہے۔

شائد اس موقف کے لیے اصولی قاعدے الحکم یدور مع علتہ وجودا وعدما یعنی اگر نشہ پایا جائے تو منع اور اگر نشہ نہ پایا جائے تو اس کی اجازت سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں امریکہ کی وزارت صحت سے وابستہ تحقیقاتی وتجزیاتی ادارہ National Institutes of Health نے بتایا کہ عام طور پر جائفل کا نشہ نہیں پایا جاتا ہے۔

(Nutmeg Intoxication: A Case Report, Cureus. 2023 Sep)

نوٹ: ماہرین نے زیادہ مقدار کا ضابطہ پانچ سے دس گرام یا اس سے زیادہ بتایا ہے، کم اور معمولی مقدار ایک چٹکی سے چار گرام کے درمیان بتائی ہے۔

☆☆☆

محرم کے روزوں کی فضیلت

رمضان المبارک کے روزے سال بھر کے دیگر تمام روزوں سے افضل ہیں۔ البتہ رمضان کے ماسوا محرم کے روزوں کی فضیلت سب سے بڑھ کر ہے جیسا کہ درج ذیل صحیح احادیث سے ثابت ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”رمضان المبارک کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے سب روزوں سے افضل ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز آدھی رات (یعنی تہجد) کے وقت پڑھی جانے والی نماز ہے۔“

صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ

”فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز سب سے افضل ہے اور رمضان المبارک کے بعد کون سے روزے سب سے افضل ہیں؟ تو آپ ﷺ نے وہی جواب دیا جو پہلی حدیث (صحیح مسلم:1163) میں مذکور ہے۔“

3۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے ایک آدمی نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اگر رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں، میں روزے رکھنا چاہوں تو آپ ﷺ کس مہینے کے روزے میرے لئے تجویز فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

اگر تو رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں روزے رکھنا چاہے تو محرم کے مہینے میں روزے رکھنا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ایسا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور ایک قوم کی توبہ (آئندہ بھی) قبول فرمائیں گے۔“(جامع ترمذی:741)

محرم کا 'شہر اللہ' ہونا اور اس کے روزوں کا رمضان کے سوا دیگر مہینوں کے روزوں سے افضل ہونا دیگر صحیح روایات سے ثابت ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یوم عاشورا کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔“ (صحیح مسلم:1162)

واضح رہے کہ

”عاشوراء“ عشر سے ہے جس کا معنی ہے دس10؛ اور محرم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کہا جاتا ہے۔ البتہ مذکورہ فضیلت دسویں تاریخ کے روزے کی ہے یا نویں کی، اس میں اہل علم کا شروع سے اختلاف چلا آتا ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

”قریش کے لوگ دورِ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے اور نبی اکرم ﷺ بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپؐ مدینہ تشریف لے آئے تو تب بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے اور صحابہ کرام کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا آپؐ نے حکم دے رکھا تھا۔ البتہ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کی فرضیت ختم ہوگئی۔ لہٰذا اب جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔“(صحیح بخاری:2003)

☆☆☆

احکام و مسائل

حامل سند عالی مولانا ظہیر الدین اثری رحمانی

مولانا عبدالہادی العمری

میرے لیے یہ انتہائی دشوار لمحات ہیں کہ اپنے ایک ایسے استاذ کے حوالے سے کچھ لکھوں، جن سے ہم نے اردو کی املانویسی کی مشق کی۔ گویا جنھوں نے انگلی پکڑ کر حروف تہجی کی مشق کروائی اور مختلف مراحل طے کرتے ہوئے تاریخ و فلسفہ، تمدن و معاشرت کی چوٹی کی شخصیت علامہ ابن خلدون کا 'مقدمہ' آخری سال میں پڑھایا۔ جہاں یہ کسی طالب علم کے لیے اعزاز ہے کہ چندبرس قبل جس شخصیت نے الف با کی مشق کروائی ہو، وہ اُن سنگ ریزوں کو تراش کر مختصر مدت میں اس قابل بنا دیا کہ قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ اور گر سیکھنے سکھانے کی پوزیشن میں تھے۔ اس ادارہ کا بھی کمال ہے اس میں جس نے ایسے انتظامات کیے کہ ناخنداؤں کو قیاسی مدت میں اس قابل بنایا کہ کچھ لکھ پڑھ سکیں، کچھ بول اور سن سکیں۔

ہوا یوں کہ جامعہ دار السلام، عمر آباد میں جب ہم ابتدائی جماعت میں داخل ہوئے ہمارے لیے اردو رسم الخط کی مشق بھی کروائی جاتی تھی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہند و پاک میں زبان اردو کی بقا کا بڑا ذریعہ دینی مدارس ہیں۔ ان کے دم خم سے اردو اپنی تابناکی کے ساتھ باقی ہے۔ ورنہ بعض جگہوں کے نوجوان اردو تو بول لیتے ہیں، لکھ نہیں سکتے، وہ انگریزی حروف تہجی میں لکھ کر اردو پڑھتے ہیں جسے رومن اردو کہتے ہیں۔ وہ نہ اردو حروف تہجی میں لکھی عبارت دیکھ کر پڑھ سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں۔

بہر حال اردو املانویسی اور خواندگی کے لیے جامعہ نے ہم خردوں کے لیے جس شخصیت کو اتالیق مقرر کیا وہ استاذ کبیر مولانا ظہیر الدین اثری رحمہ اللہ کی ذات گرامی تھی۔ اس کے کئی اسباب تھے۔ ان میں سے ایک تو یہ کہ استاذ گرامی کا رسم الخط بہت عمدہ تھا۔ انہیں اردو زبان بولنے اور لکھنے پر کمال درجے کی مہارت حاصل تھی۔ ان کی پیدائش یوپی کے مشہور علاقہ مبارک پور کے قصبہ حسین آباد میں ہوئی۔ بچپن اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ پھر مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے دار العلوم دیوبند پہنچے۔ وہاں سے مشہور درس گاہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا رخ کیا، اور تعلیم مکمل کر کے وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ یہ سب علاقے اردو زبان وادب کے مراکز تھے۔

اُس وقت اس درس گاہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں اساطین علم وفن جمع تھے۔ محدث کبیر علامہ احمد اللہ میر قریشی رحمہ اللہ سے سند حدیث پائی جو مرجع محدثین شیخ الکل علامہ نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ ان کا سلسلۂ حدیث بہت کم واسطوں سے نبی ﷺ تک پہنچتا ہے۔ یوں استاذ گرامی کی صحیح مسلم کی سند عالی تھی، جو اس دور میں سب سے کم واسطوں سے امام مسلم تک پہنچتی ہے۔

استاذ محترم کی صحیح مسلم کی سند اس دور میں سب سے کم واسطوں سے امام مسلم تک اور پھر رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی تھی۔ جب آپ سفر حرمین پر تشریف لے گئے تو امام وخطیب مسجد نبوی الشیخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم نے 'اجازہ' حاصل کرنے کی درخواست کی، جو مدینہ منورہ اپیل کورٹ کے قاضی بھی ہیں۔ استاذ محترم نے ان کے لیے وقت مختص کیا۔ انہوں نے روزانہ حاضر خدمت ہو کر مکمل کتاب پڑھی اور سند حاصل کر لی۔ اتفاق کی بات ہے کہ انہی دنوں میں جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا شعیب احمد میرپوری مدینہ منورہ کی زیارت سے واپس ہوئے، جن کے امام مسجد الحرام شیخ السدیس اور الشیخ القاسم سے گہرے اور گھریلو نوعیت کے تعلقات ہیں۔ یہاں برمنگھم دفتر میں ملاقات ہوئی تو بتایا کہ امام شیخ القاسم حدیث پڑھنے میں بہت مصروف ہیں، انہیں دعوتِ شاہی میں شرکت کے لیے ریاض جانا تھا، لیکن اس سے بھی معذرت کر لی، کیونکہ حدیث کے ایک بڑے عالم آئے ہوئے ہیں، جن کی صحیح مسلم کی سند عالی بہت کم واسطوں سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے، ان کا شاید شمالی ہند سے تعلق ہے۔ ہم ساتھی متوجہ ہو گئے کہ کس کا ذکر خیر ہو رہا ہے۔ نام بتایا کہ الشیخ ظہیر الدین الاثری۔ پھر ہم تلامذہ شیخ جو اس محفل میں موجود تھے، کھل اٹھے کہ یہ تو ہمارے ہی گھر کی بات ہو رہی ہے، جناب موصوف ہمارے استاذ ہیں۔ کافی دیر تک مولانا کے حوالے سے گفتگو ہوتی رہی۔ جب دیگر احباب کو یہ معلوم ہوا تو تقاضا بڑھتا گیا کہ استاذ محترم کو یہاں برطانیہ مدعو کیا جائے، لیکن اس پر عمل نہ ہو سکا۔

مولانا کے کچھ دورے بیرون ہند کے ہوئے، لیکن اس وقت جب پیرانہ سالی کے آثار غالب آ چکے تھے، آپ سے سند حاصل کرنے کی غرض سے کئی نامی گرامی شخصیتوں نے عمر آباد کا سفر کیا، اس کا تذکرہ پہلے مضمون میں (تذکرہ ایک قریہ کا) گزر چکا ہے۔ آپ نے سند دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے شیخ الحدیث علامہ احمد اللہ میر قریشی سے حاصل کی تھی۔ سند عالی

ہی کی تلاش میں مشہور محدثین نے بڑی صعوبتیں برداشت کیں اور جاں گسل سفر کیے۔ صحیح بخاری میں ثُلاثیات بخاری کو دیگر احادیث پر امتیازی شان حاصل ہے کہ صرف تین واسطوں سے وہ احادیث رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہیں:

عن مالک عن نافع عن ابن عمر کو سنہری زنجیر کہا جاتا ہے۔

جامعہ میں امتحانی پرچے، نتائج کی فہرست اور اہم دستاویز آپ ہی کی حسنِ تحریر سے طلبہ تک پہنچتی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عمر آباد میں سوالات کے پرچے یا حاصل کردہ نمبرات کی فہرست ہاتھ سے تحریر کی جاتی تھی۔ اگرچہ کہ اردو رسم الخط کو ترقی دینے کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد نے عملی کوششیں کیں، ان کا پرچہ الہلال ٹائپ ہو کر چھپا کرتا، حالاں کہ اس وقت ٹائپ رائٹر کی سہولتیں اردو میں محدود تھیں، الہلال کے قدیم شماروں میں اس کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

استاذ گرامی ہمیں رسم الخط کی مشق کرواتے۔ سچ پوچھیے تو قلم پکڑنے کا درست طریقہ بھی ان ہی کا مرہون منت ہے۔ آپ نے مختلف مضامین پڑھائے۔ سیرت کی کتاب "نور الیقین" پڑھاتے تو نقوش سیرت دل و دماغ میں ثبت ہو جاتے۔ سنن ترمذی پڑھاتے تو معاملہ جیسے اوج کمال کو چھو رہا ہوتا۔ ایک تو خود شیدائی سنت تھے، احادیث صحیحہ پر عمل کرنے میں مصلحتوں کے دبیز، یا پُرکشش پردے چڑھانے کے قائل نہیں تھے، نہ ہی بے جا تاویلات کو پسند فرماتے۔ جامعہ میں منطق اور علم کلام کی گنجایش آغاز سے اتنی رکھی گئی جیسے کھانے کے مینو یا میز پر اچار یا چٹنی کی مقدار ہوتی ہے۔

طالب علم ان مضامین سے متعارف ہو اور ضروری حد تک اصول و قواعد سے واقفیت حاصل کر سکے۔ ان کی افادیت سے بالکلیہ انکار نہیں لیکن ان پر انحصار بھی درست نہیں۔ یہاں توحید و عقائد کو صغریٰ اور کبریٰ کے مباحث سے نہیں براہِ راست قرآن و حدیث سے سمجھنے اور سمجھانے کا چلن ہے۔ یہ تعارفی مضمون مولانا ہی پڑھایا کرتے۔ معقولات میں آپ کو خوب دسترس حاصل تھی۔ کم مدت میں اس موضوع کی مفید باتیں طالب علم کے ذہن میں بٹھا دیتے۔ یہاں منطق کے متعلق امام رازی رحمہ اللہ کے حوالہ سے جو کہاوت مشہور ہے وہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ

"مسائل عقیدہ علم کلام کے زور پر سمجھنا بسا اوقات خطرے سے خالی نہیں، مدِّ مقابل زیادہ تگڑا ہو تو آپ کے استدلال کی دیوار کو ڈھا سکتا ہے، لیکن نظام فطرت کا مد مقابل کوئی نہیں، اسلامی تعلیمات کی بنیاد فطرتِ سلیمہ پر ہے۔"

ایک وقت آیا رازی جیسے منطق و استدلال کے امام کو کہنا پڑا:

"آمنت باللہ کما أمنت عجائز نیسابور."

"اللہ تعالیٰ پر میرا ایمان ویسا ہی ہے جیسے نیساپور کے عام دیہاتی خواتین کا۔" یعنی جدلی اور کلامی مباحث کے بغیر فطرت سلیمہ کے تقاضوں کے مطابق ان بدو لوگوں کا ایمان غیر متزل اور اللہ پر یقین محکم ہوتا ہے۔

استاذ محترم جنگ آزادی ہند کے رضاکاروں میں شامل تھے، یہ اور بات ہے کہ فریڈم فائیٹر کے نام پر ملنے والی حکومتی سہولتوں سے آپ نے ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا۔ آپ نے زندگی میں مختلف سرکردہ لیڈروں سے ملاقات کی۔ پھر آپ کا مطالعہ تو زبان زد خاص و عام تھا بلکہ چلتی پھرتی لائبریری تھے۔ دارالمطالعہ میں آنے والے جرائد مجلات اور اخبارات پر گہری نظر ہوتی۔ دورانِ درس حسب موقع ان تجربات کا تذکرہ بھی کرتے۔ مختلف دینی تنظیموں اور جماعتوں کے متعلق معلومات گہری تھیں، اس لیے آپ کے تبصرے جذباتی یا صرف ثقافتی معلومات کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ گہری سوچ عمیق مطالعہ اور زندگی کے تلخ و شیریں طویل تجربات کا نتیجہ ہوتیں۔ آپ اپنی بات بغیر لگی لپٹی کے پیش کرنے کے عادی تھے: "لا یخافون لومة لائم." کے اصول پر کاربند ہے:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

ہند و پاک کے بدلتے ہوئے حالات میں زمینی حقائق کے پیش نظر دینی تنظیموں اور مدارس کے درمیان مفاہمت اور باہمی تعلقات کا مضبوط رشتہ ضروری ہے۔ فقہی مسائل میں اختلافات باہمی منافرت کا سبب نہ بنیں۔ اجتہادی مسائل کو ان کی حیثیت سے زیادہ اہمیت دی جائے یا بالکلیہ نظر انداز کر دیا جائے تو دونوں صورتوں میں مضر نقصانات بر آمد ہوتے ہیں۔ فارغین مدارس اور دینی رہ نماؤں کے درمیان دوریاں منزل اور مقصد سے دور کر دیں گی۔ عقیدے میں پختگی اور فقہی مسائل میں میانہ روی لازمی ہے۔ وسائل ابلاغ و تبلیغ کی سہولتوں کے باعث جہاں پیغام حق پہنچانا آسان ہو گیا و، ہیں اگر اس میں اعتدال اور حقیقت پسندی کا مظاہرہ نہ کیا جائے تو یہ باعث فتنہ بھی ہو سکتا ہے، بلکہ ہو رہا ہے۔ علم اور حقائق کی دنیا مفروضات اور بزرگ پرستی کے خول سے آگے نکل چکی ہے۔ معلومات کا دائرہ محدود کر کے سمیٹا نہیں جاسکتا اور اب یہ بھی ممکن نہیں کہ اس مفروضے پر زندگی گزاری جائے کہ دنیا بھی وہی کہے جو میں کہہ رہا ہوں، یا وہی سمجھے جو میں سمجھ رہا ہوں، یا جو جذبات میرے ہیں وہی دوسروں کے بھی ہوں۔

استاذ محترم ایک بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ خطبات جمعہ کے علاوہ بڑے جلسوں میں بحیثیت مرکزی

خطیب یا صدر اجلاس مدعو ہوتے۔ مسجد عمر آباد میں آپ کے خطبات کی گھن گرج کی صدا دور تک پہنچتی ۔ ہمارے تعلیمی دور میں عمر آباد میں ایک ہی مسجد تھی۔ اس میں نمازیوں کی بڑی تعداد اساتذہ اور طلبہ کی ہوتی اور ضمناً عمر آبادیوں کی ہوتی۔ یہاں خطبہ دینا نسبتاً دشوار سمجھا جاتا۔ عناوین اور مواد میں علمیت بھی ہوتی لیکن علاقہ اور مکینوں کا بھی خیال رکھا جاتا۔ جامعہ کے جشن طلائی 1977ء کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ پروگرام سے ایک دن قبل جمعہ کی مناسبت سے بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اس موقع پر خطبہ جمعہ کی ذمہ داری استاذ گرامی ہی کو تفویض کی گئی۔ دور دراز سے آنے والے مہمانوں پر اس کے خوش گوار اثرات دیکھے گئے۔

خطبات جمعہ کے علاوہ مختلف جلسوں میں آپ شریک ہوا کرتے۔ صرف دو جلسوں کا ذکر یہاں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک جنوبی ہند کا اور دوسرا شمالی ہند کا۔ یہ بھی حسن اتفاق کہ ان جلسوں میں مجھ تلمیذ صغیر کو استاذ کبیر کے ساتھ خطاب کرنے کی سعادت میسر آئی۔

دسمبر 1991ء، بنگلور سے متصل شہر ہسور میں جنوبی ہند اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی۔ مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی صدارت میں منعقد ہونی والی یہ اپنی نوعیت کی علما، مقررین اور شرکا کے اعتبار سے نہایت کامیاب کانفرنس تھی۔ مہمانوں اور شرکا کے لیے قیام وطعام کی بھاری ذمہ داری یہاں کے قریشی احباب کے سپرد تھی، جنھوں نے جاں فشانی اور دریادلی سے اس کے انتظامات میں چار چاند لگائے۔ اکثر جلسوں میں اس شعبے کی شکایت زیادہ رہتی ہیں۔

جامعہ دار السلام اور جامعہ محمدیہ رائیدرگ کے طلبہ انتظامات میں آگے آگے تھے۔ اسٹیج پر جامعہ کے اساتذہ میں: مولانا ظہیر الدین اثری، مولانا ابوالبیان حماد، مولانا کاکا سعید احمد عمری، مولانا خلیل الرحمن اعظمی، مولانا حفیظ الرحمن اعظمی، مولانا شیخ انیس الرحمن اعظمی، مولانا اطہر حسین مدنی رحمہم اللہ وغفرہم دیگر مشاہیر علما کے ساتھ ایسے جلوہ گر تھے جیسے کسی نے رنگ برنگے پھولوں کا حسین گلدستہ نہایت خوش ذوقی سے سجا کر قرینے سے رکھا ہو۔ جن دنوں کانفرنس کے انتظامات کیے جارہے تھے، اچانک ٹمل ناڈو اور کرناٹک کی صوبائی حکومتوں کے درمیان پانی کی تقسیم کے مسئلے میں جو ناچاقی چلی آرہی تھی، ان دنوں میں خاصی شدت اختیار کرگئی۔ اس سے آمد ورفت کے ذرائع بھی متاثر ہوئے۔ میں برطانیہ سے بمبئی پہنچا، پھر وہاں سے دہلی گیا اور دہلی سے بنگلور کی پرواز مل سکی، کیوں کہ بمبئی سے بنگلور کے لیے اس وقت پروازیں بند تھیں، تاہم ان رکاوٹوں کے باوجود حاضری قابل قدر تھی۔ استاذ گرامی نے راقم کو اس کانفرنس کے پس منظر اور محرکات سے آگاہ فرمایا، جس سے خطاب کرنے میں آسانی ہوئی۔ سامعین کی طرف سے اس تقریر کو بہت پسند کیا گیا۔ الحمد للہ!

میرے لیے اہم بات ہمارے اساتذہ خصوصاً استاذ مولانا اعظمی رحمہ اللہ کے کلمات خیر اور دعائیں تھیں جو سرمایہ حیات ہیں۔

مولانا ظہیر الدین صاحب عمر آباد تشریف لانے سے پہلے چند برس جامعہ محمدیہ رائیدرگ میں تدریس اور پھر شیخ الجامعہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے تھے۔ یوں دونوں جامعات کے درمیان تقارب کا رشتہ ہے۔ پھر رائیدرگ کے معتمد عمومی مولانا سید عباس عمری رحمہ اللہ دار السلام سے فارغ، اور وہاں شعبہ تدریس سے منسلک کئی اساتذہ اسی درس گاہ کے فیض یافتہ تھے اور ہیں۔

جمعیت اہل حدیث کی جانب سے کل ہند مرکزی کانفرنس 1995ء یوپی کے ایک مردم خیز علاقہ مئوناتھ بھنجن میں منعقد ہوئی۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں نامی گرامی شخصیات جنم لیتی رہیں اور اپنی صلاحیتوں سے دنیا کو فیض پہنچاتی رہیں۔ یہاں کے متعدد افراد نے شیخ الکل علامہ نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے براہِ راست سند حدیث حاصل کی۔ ان معروف شخصیات میں اعظمی خانوادہ کے عمر آباد میں جدامجد مولانا ابوالعرفان محمد نعمان اعظمی شیخ الحدیث جامعہ دار السلام بھی تھے۔ یہ مئو میں منعقد ہونے والی دوسری مرکزی اہل حدیث کانفرنس تھی۔ اس سے پہلے ستر سال قبل مشہور محقق علامہ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری، مصنف رحمۃ للعالمین کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ اہل مئو کو ستر سال بعد دوسری مرتبہ میزبانی کا موقع مل رہا تھا، اس کو اردو کے مایہ ناز شاعر فضا ابن فیضی نے اپنی استقبالیہ نظم میں ذکر کیا۔

چھوٹے نہ تمہارے ہاتھوں سے اسلاف کا داماں اے لوگو!
پھر آئے ہیں ستر سال پہ یہ، ایام بہاراں اے لوگو!
قرآن کی بلاغت پاروں کی تعمیم ہمارا مسلک ہے
مشکوۃ و بخاری کے فن کی تفہیم ہمارا مسلک ہے

اور یہ بھی حسن اتفاق کہ ستر برس پہلے کانفرنس کی صدارت کرنے والی شخصیت اردو زبان میں سیرت پر لکھی جانے والی جامع ترین کتاب کے مصنف کی تھی اور اب اس کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری وکیل جامعہ سلفیہ بنارس تھے، جو اس کتاب کے عربی مترجم تھے، اور خانوادہ اعظمی کے قریبی عزیز۔ اس کانفرنس میں شریک ہونے والوں میں مولانا ظہیر الدین اثری کے ساتھ مولانا خلیل الرحمن اعظمی اور مولانا حفیظ الرحمن اعظمی رحمہم اللہ بھی تھے۔ اس کی ایک نشست کی صدارت استاذ محترم مولانا ظہیر الدین کی تھی اور اسی نشست میں

مولانا حفیظ الرحمن اعظمی کی تقریر بھی تھی۔ محسوس ہوتا تھا کہ اسٹیج سکریٹری ان شخصیتوں سے زیادہ متعارف نہیں تھے۔ منتظمین کی بسا اوقات مقامی مصلحتیں بڑے پروگراموں کے نتائج پر منفی اثرات ڈالتی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ پروگرام کی مناسبت سے مقررین کی فہرست، ان کے لیے عنوانات اور وقت مقرر کیا جائے۔ کبھی مصلحتوں کے پردے حقیقی تصویر دھندلی کر دیتے ہیں۔

استاذ محترم نے صدارتی خطاب کے آغاز میں خطبہ مسنونہ پڑھا تو برسوں پہلے والا منظر آنکھوں میں گھومنے لگا، جب عمر آباد کی مسجد میں خطبوں کی گونج سنائی دیتی اور آج بھی آواز میں گھن گرج باقی تھی۔ استاذ گرامی نے اپنی تقریر کا آغاز ہی اس جملے سے کیا کہ ہم جنوبی ہند کے رہنے والے ہیں، گویا آپ نے اس علاقے کو برسہا برس قبل جو چھوڑا تو ذہنی طور پر بھی چھوڑ چکے تھے، ورنہ جس جگہ یہ پروگرام ہورہا تھا مولانائے گرامی کا بچپن اور جوانی کا حصہ انہی علاقوں میں گزرا۔ یہاں سے چند ہی میل کے فاصلے پر آپ کا قصبہ حسین آباد مبارک پور کے مضافات میں واقع ہے۔

اس سہ روزہ کانفرنس کا آغاز امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کے خطبہ جمعہ سے ہوا۔ پروگرام کے مطابق امام مسجد حرام کا خطبہ رکھا گیا تھا لیکن بوجوہ وہ نہیں پہنچ سکے۔ الحمد للہ تینوں دن راقم کو بھی خطاب کے مواقع دیے گئے۔ یہ اہل مئو کی محبت تھی۔ کانفرنس کے لیے آنے والے مہمانوں کی رہائش کے لیے یہاں کے بڑے تعلیمی ادارے جامعہ عالیہ فیض عام اور دارالحدیث وغیرہ کی عمارتوں کے علاوہ وسیع پنڈال میں بھی انتظامات کیے گئے تھے۔ کچھ مہمانوں نے یہاں کی ہوٹلوں کو بھی اپنی مسکن بنایا۔ اسی کانفرنس کی مناسبت سے استاذ گرامی نے اپنے قصبہ حسین آباد کی بھی زیارت کی جو طویل عرصے کے بعد ہورہی تھی۔ مبارک پور کا علاقہ ہندوستان کی تاریخ حدیث میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سنن ترمذی کے شارح علامہ عبد الرحمن مبارک پوری، مشکوۃ کے شارح علامہ عبید اللہ مبارک پوری سیرت النبی پر لکھی جانے والی عالمی شہرت یافتہ کتاب 'الرحیق المختوم' کے مصنف مولانا صفی الرحمن مبارک پوری وغیرہ، بلکہ مصنف الرحیق المختوم استاذ گرامی کے پڑوسی ہی تھے، رحمہم اللہ جمیعا۔

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر استقبالیہ کمیٹی کی کوشش رہی کہ اردو کی اہم تحقیقی کتابوں کو عربی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے، ورنہ عموماً یہ چلن عام ہے کہ بیشتر لوگ عربی کتب ہی کا اردو میں ترجمہ کرتے ہیں، جب کہ اردو کی بعض کتابیں تاج عرب کی زینت بن سکتی ہیں۔ "رحمۃ للعالمین" اور مولانا اسماعیل سلفی کی تحریک آزادی فکر کا عربی ترجمہ کر کے شائع کروایا۔

جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ دار السلام عمر آباد میں اس حیثیت سے تقارب معنوی ہے کہ ڈاکٹر مقتدی اعظمی خانوادے ہی کے چشم و چراغ تھے، جو عرصہ تک جامعہ سلفیہ کے وکیل الجامعہ کے عہدے پر فائز رہے۔

استاذ محترم مولانا ظہیر الدین اثری ایک عرصہ تک جمعیت اہل حدیث ٹمل ناڈو کے امیر رہے۔ جامعہ کی تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ جماعتی امور کی انجام دہی مشکل ہوتی ہے، خصوصاً وسائل حمل و نقل کی قلت اور طویل سفری مسافت۔ مولانا کا قیام عمر آباد میں تھا اور جماعت کا صدر دفتر شہر مدراس میں۔ وسیلہ سفر زیادہ تر ٹرین یا عوامی بس تھی۔ اس وقت فون کی سہولت بھی کم لوگوں کو میسر تھی۔

اسے بھی اتفاق ہی جانیے یا شیخ الحدیث سے مماثلت کہ آپ جامعہ دار السلام کے ناظم بھی رہے۔ اپنی مدت نظامت پوری کر کے نیک نامی کے ساتھ ریٹائر ہوئے لیکن تدریس سے وابستہ رہے۔ جب عمر کے تقاضے فرائض کی انجام دہی میں مانع ہونے لگے تو آپ نے تدریس سے بھی معذرت کر لی، تاہم جامعہ سے تعلق برقرار رہا، اور شائقین حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سند حاصل کرتے رہے، بلکہ آخری عمر میں بذریعہ فون بلاد عربیہ سے خواہش مند لوگ سماعت حدیث کر کے سند لیتے رہے۔ جب تک زندگی رہی آپ علوم حدیث کی اشاعت کرتے رہے۔ 2015ء کے جامعہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی سعادت ہوئی۔ استاذ محترم ویل چیئر پر تشریف فرما شریک پروگرام تھے۔ اختتام جلسہ سے کچھ دیر پہلے ہی گھر روانہ ہو گئے۔ جلسے کے بعد دولت کدے پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ بہت خوش ہوئے۔ چند قدیم احباب کی خیریت معلوم کی۔ دعوتی سرگرمیوں کے متعلق دریافت کرتے رہے۔ اس نشست میں جو براہِ راست میری استاذ محترم کے ساتھ آخری مجلس تھی زیادہ گفتگو صحیح مسلم کی سند کے حوالے سے ہوتی رہی، اور اسی مجلس میں استاذ محترم نے امام مسجد نبوی کے شوق اور اہتمام حدیث کا واقعہ بھی سنایا۔

استاذ محترم کی پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود یاد داشت بالکل درست اور شوق حدیث جوان تھا۔ علم و عمل کے پیکر اور شیدائی سلف نے (دستاویزات کے مطابق) 94 / برس کی عمر پائی، اور 14 اگست 2017ء یوم آزادی کے دن قفس عنصری سے روح پرواز کر گئی، اور عمر آباد میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے، دنیا بھر میں پھیلے ہزاروں شاگردوں کی علمی و دعوتی خدمات کو آپ کے حق میں صدقہ جاریہ بنا کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ 0 وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾

☆☆☆



کتاب الصلاۃ۔ نماز عیدین سے متعلق

عمدۃ الاحکام کی حدیث نمبر:138

عَنْ عبد الله بن عمر رضي الله عَنْه قال : «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ».

(رواه البخاري، كتاب العيدين، باب الخطبة بعد العيد، بلفظه، برقم 963، وبلفظ آخر، برقم 957، ومسلم، كتاب صلاة العيدين، برقم 888)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔(بخاری ومسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1 - يُصَلُّونَ :وہ نماز پڑھتے ہیں۔

2 - قَبْلَ :پہلے۔

3-الْخُطْبَةِ:خطبہ۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔عید کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پہلے نماز عید زائد تکبیرات کے ساتھ ادا کی جائے اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز مسنون نہیں ہے اور خطبہ عید کی نماز کے بعد دیا جائے۔

2۔نماز عید سے پہلے خطبہ سب سے پہلے مروان بن حکم نے شروع کیا جس کی مخالفت اس وقت صحابی رسول حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کی اور مروان کو اس بدعت سے روکا مگر وہ اس وقت نہیں رکا مگر اس کی وفات کے بعد دوبارہ سنت بحال ہوگئی۔

3۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس قدر بدعت کی مخالفت کرتے اور سنت کی دعوت دیتے، یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت کا اثر تھا۔ آج بھی جو لوگ سنت سے محبت کرتے ہیں اور بدعات کی مخالفت کرتے ہیں وہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منہج وطریقے پر ہیں۔

4۔مسلمان کی خوشی کا انداز کتنا عظیم الشان ہے کہ مسلمان اللہ کی نعمت پر نماز اور ذکر سے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

حدیث نمبر:139

عَنْ البراء بن عازب رضي الله عَنْه قال : «خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الأَضْحَى بَعْدَ الصَّلاةِ، فَقَالَ : «مَنْ صَلَّى صَلاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلاةِ فَلا نُسُكَ لَهُ»، فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ - خَالُ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ - : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُونَ شَاتِي أَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِي بَيْتِي، فَذَبَحْتُ شَاتِي، وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلاةَ. فَقَالَ : «شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ». قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عِنَاقاً لَنَا جَذَعَةً، هِيَ أَحَبُّ إِلَينا مِنْ شَاتَيْنِ، أَفَتُجْزِي عَنِّي؟ قَالَ : «نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

(رواه البخاري، كتاب العيدين، باب الأكل يوم النحر، برقم 955، ومسلم، كتاب الأضاحي، باب وقتها، برقم 1961)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی اس کی قربانی صحیح ہوئی لیکن جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے ہی گوشت کھاتا ہے مگر وہ قربانی نہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی نماز سے پہلے کر دی میں نے سوچا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے میری بکری اگر گھر کا پہلا ذبیحہ بنے تو بہت اچھا ہو۔ اس خیال سے میں نے بکری ذبح کر دی اور نماز سے پہلے ہی اس کا گوشت بھی کھالیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہاری بکری گوشت کی بکری ہوئی۔ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ مجھے گوشت کی دو بکریوں سے بھی عزیز ہے، کیا اس سے میری قربانی ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں لیکن تمہارے بعد کسی کی قربانی اس عمر کے بچے سے کافی نہ ہوگی۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1 - خَطَبَنَا : آپ نے ہمیں خطبہ دیا۔

2 - يَوْمُ الْأَضْحَى: عید قربان کے دن۔

3 - مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی۔

4 -نَسَكَ نُسُكَنَا: ہمارے قربان کرنے کی طرح قربانی کی۔

5 -النُّسُكَ: قربانی۔

6 -خَالُ: ماموں۔

7 -شَاةَ: بکری۔

8 -يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ: کھانے پینے کا دن۔

9 - أَحْبَبْتُ: میں نے پسند کیا۔

10- تَغَدَّيْتُ: میں نے صبح کا کھانا (یعنی ناشتہ) کھایا۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اوراحکام:

1۔عید قربان کے دن سنت یہ ہے کہ پہلے نماز پھر خطبہ اور پھر قربانی۔

2۔خطیب کا خطبہ میں موقع کی مناسبت سے بات کرنا سنت ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کا مسئلہ بیان فرمایا۔

3۔سامعین میں سے کوئی ضرورت کے وقت خطیب سے ضرورت کی گفتگو کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کی۔

4۔جس نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر دیا اسکی قربانی نہیں ہو گی۔

5۔دین کی بنیاد محض اچھے خیال، یا اچھی نیت پر نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کیا بلکہ دین کی بنیاد اللہ اور رسول ﷺ کے حکم اور اطاعت پر ہے۔

6۔عید کے دن نماز سے پہلے کھانا پینا جائز ہے جیسا کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے کھانے کو ناپسند نہیں کیا۔اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو عید کی نماز سے پہلے کھانے پینے کو ناجائز یا مکروہ سمجھتے ہیں۔

7۔عید کا دن خوشی، فرحت، اور کھانے پینے کا دن ہوتا ہے اس دن شرعی حدود میں رہتے ہوئے خوشی کا اظہار بھی عبادت ہے۔

8۔قربانی کے لیے جانور کا دوندا ہونا شرط ہے اس سے کم عمر جانور کی قربانی جائز نہیں ہے البتہ کھیرے جانور کی قربانی اسی صورت میں جائز ہے جب دوندے جانور کا ملنا مشکل ہو۔

9۔اگر کوئی کام خلاف سنت ہو جائے تو حتی المقدور اس کو دوبارہ سنت کے مطابق کر دینا چاہیے جیسا کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے اچھی نیت سے اپنی بکری نماز عید سے پہلے قربانی کی نیت سے ذبح کر دی جو کہ خلاف سنت تھی تو انہوں اس کی جگہ پر نماز عید کے بعد دوسرا جانور قربانی کی نیت سے قربان کیا۔

10۔اس حدیث سے سنت کی اہمیت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

یابنی اسرائیل

ایمان تھا انمول تمہارا خون نہیں تھا ستا
موسیٰ کے دامن ہی سے جب تک تم تھے وابستہ
موسیٰ کے رب نے بنوایا پانی میں بھی رستہ
پیچھے تھیں فرعون کی فوجیں آگے دریا نیل
کیا کیا احساں جھٹلاؤ گے یا بنی اسرائیل
تم آوارہ بنجارے تھے تم کو دھرتی دے دی
عزت سے رہنا چاہا تو عزت بھی تو بخشی
من وسلویٰ جیسی نعمت بھی تم پر نازل کی
پیاز اور لہسن کھانا چاہا کھانے کی دی ڈھیل
کیا کیا احساں جھٹلاؤ گے یا بنی اسرائیل
گھر والوں کو گھر سے باہر کر دینے کی ٹھانی
تم نے کی ہے کس بل بوتے پر ایسی من مانی
پڑ جائے گی آخر اک دن تم کو منہ کی کھانی
نص کے آگے ٹک پائے گی کب تک یہ تاویل
کیا کیا احساں جھٹلاؤ گے یا بنی اسرائیل
بچہ بچہ جان ہتھیلی پر لے آئے گا پھر
ہر ظالم بچنے کی کوئی راہ نہ پائے گا پھر
مومن کا یہ خون ہے کیسے ضائع جائے گا پھر
ٹھونکے گا اک روز یقیناً تابوتوں میں کیل
کیا کیا احساں جھٹلاؤ گے یابنی اسرائیل
بہنوں کی رکھشا کرنی تھی عصمت ریزی کردی
ماؤں کے سینوں میں اک نفرت ہی نفرت بھر دی
تم نے ہی بچوں کو سکھلائی ہے دہشت گردی
تم پر طاری ہیں یہ بچے بن کر عزرائیل
کیا کیا احساں جھٹلاؤ گے یا بنی اسرائیل

جناب رؤف خیر، حیدر آباد، دکن

☆☆☆

یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

دورِ جاہلیت میں لوگ یومِ عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمان بھی اس دن روزہ رکھتے۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عاشورا اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک (معزز) دن ہے لہٰذا جو اس دن روزہ رکھنا چاہے، وہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔“

(صحیح مسلم:1162)

☆☆☆



رسول اللہ ﷺ کا پیغام بنا علم کے بات کرنے والوں کے نام

محمد عبدالرحیم خرم عمری جامعی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہر مسلمان کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ بنا علم حاصل کئے کوئی بات نہ کرے اور نہ کسی بات کا یقین کرے ورنہ وہ اعتقادی گمراہی کے ساتھ ساتھ سماجی و معاشرتی گمراہیوں کا شکار ہو گا۔ قرآن مجید میں بارہ مقامات پر اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآن وحدیث کا علم حاصل کرتا رہے تاکہ حق و باطل میں فرق کر سکے، کوئی بھی مسلمان دین کا علم حاصل کئے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا، رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان کو صاحب علم بننے کی تلقین کی ہے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور یوم آخرت کے متعلق علم حاصل کرے تاکہ گمراہیوں سے محفوظ رہ سکے۔ بنا علم کے گفتگو مختلف گمراہیاں پیدا کرتی ہیں۔

1۔ پہلی برائی شرک سے متاثر ہونا:

بنا علم حاصل کئے باتیں کرنے سے شرک جیسی عظیم خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اس کا تذکرہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یوں کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں اور بیٹے وضع کر لئے ہیں، جیسے یہود نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا لیا اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تسلیم کر لیا، حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ کی بیوی مان لیا اور ان کی عبادت شروع کر کے شرک کا ارتکاب کیا اور اللہ کی نظروں میں مغضوب اور موجب عذاب ہوئے یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم حاصل نہیں کیا، اسی لئے بنا علم کے اللہ کی بیٹیاں، بیٹے اور بیوی بنا لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ﴾

"اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں بلاسند تراش رکھی ہیں اور وہ پاک اور برتر ہے، ان بتوں سے جو یہ کرتے ہیں۔" (سورۃ الانعام:100)

2۔ دوسری برائی معبودان باطل کو برا کہنا:

بنا علم کے باتیں کرنے کی برائیوں میں سے ایک برائی معبودان باطل کو گالی گلوچ کرنا بھی ہے جو موجب فساد و نفرت اور باعث انتشار ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ معبودان باطل کو گالی نہ دیں کیونکہ بدلے میں ان کے پیروکار لاعلمی میں اللہ بزرگ برتر کو گالی دیں گے کیونکہ انہیں اللہ کی توحید کا علم نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

"اور گالی مت دوان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ جاہلانہ ضد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔" (سورۃ الانعام:108)

اس آیت کے ضمن میں اہل علم نے کہا کہ یہ ممانعت اس اصول پر مبنی ہے کہ "اگر ایک درست کام، اس سے بھی زیادہ بڑی خرابی کا سبب بنتا ہو تو وہاں اس درست کام کا ترک کرنا راجح اور بہتر ہے۔" (احسن البیان)

گالی گلوچ کے برخلاف اسلام نے احسن اور خوبصورت انداز میں دعوت و تبلیغ کرنے کا حکم دیا، دلائل وبراہین کے ساتھ، نرم گفتگو اور صبر کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام کیا جائے۔

3۔ تیسری برائی: افکار و نظریات کی پیروی کرنا:

بنا علم کے باتیں کرنے کی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ انسان افکار و نظریات، خیالات اور گمان کا پیرو بن کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھ لیتا ہے اور نفسانی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴾

"اور آخر کیا وجہ ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتادی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔" (سورۃ الانعام:119)

کئی ایسی حلال چیزیں ہیں، جسے انسان حرام یا مکروہ سمجھ کر استعمال نہیں کرتا اور جب اسے اس چیز کے حلال ہونے کے دلائل دیئے جاتے ہیں تو وہ تعجب میں پڑ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم تو پہلی بار سن رہے ہیں۔

4۔ چوتھی برائی: ناحق اولاد کا قتل کرنا:

بنا علم کے باتیں کرنے کی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ انسان نادانی کے سبب اپنی اولاد کو قتل کر بیٹھتا ہے، جیسا کہ قبل از وقت اسے پتہ چل جائے کہ

لڑکی تولد ہونے والی ہے تو وہ اسے ماں کی پیٹ میں ہی قتل کر دیتا ہے، اسی طرح اولاد کے نہ ہونے کے لئے اپنی تدبیریں بروئے کار لاتا ہے، اسی طرح ایک ماہ یا دوماہ کے حمل کو ساقط کر دیتا ہے اس خوف سے کہ وہ اسے کھلا نہیں سکتا، اس کی پرورش نہیں کر سکتا، یا اچھی تعلیم نہیں دے سکتا، خوشحالی نہیں دے سکتا، ایسے ہی نظریات آج عام کئے جارہے ہیں اور لوگ کثرت اولاد سے خائف ہیں، انہیں اس بات کا علم نہیں کہ کونسی اولادان کے اور دنیا کے حق میں بہتر ہوگی۔ اسے اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴾

"واقعی خرابی میں پڑگئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض برائے حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ نے ان کو کھانے پینے کے لئے دی تھیں، ان کو حرام کرلیا جو اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر۔ بے شک یہ لوگ گمراہی میں پڑگئے اور کبھی راہ راست پر چلنے والے نہیں ہوئے۔" (سورۃ الانعام:140)

5۔ پانچویں برائی: اللہ کی توحید میں جھگڑا کرنا:

بناعلم کے باتیں کرنے کی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کی توحید ربوبیت والوہیت اور اسماء وصفات میں جھگڑا کرتا رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق تشبیہات وتمثیلات سے کام لیتا ہے، اس کی قدرت اور اس کے اسماء وصفات میں اختلاف کرتا رہتا ہے، یہ بڑی گمراہی ہے اسی وجہ سے کئی گمراہ فرقے وجود میں آئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ﴾

"بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن دلیل کے جھگڑتے ہیں۔" (سورۃ الحج:8)

6۔ چھویں برائی: شیطان کی پیروی کرنا:

بناعلم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑا کرنے والے دراصل شیطان کے پیروکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ﴾

"بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔" (سوۃ الحج:3)

7۔ ساتویں برائی: لہوولعب میں پڑجانا:

بناعلم کے باتیں کرنے کی گمراہیوں میں سے بنا ایک گمراہی لہولعب اور آلات موسیقی کا استعمال بھی ہے، جس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے اور لوگوں کو اس کا دلدادہ بنا دیا جاتا ہے، جس کے سبب لوگ اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ کی نعت بیان کرنے میں بھی اب موسیقی استعمال کی جانے لگی ہے، یہی نہیں افریقہ کے بعض مقامات پر نادان و جاہل مسلمان قرآن مجید کی قرآت بھی موسیقی کے ساتھ کررہے ہیں، نکاح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، لیکن یہ سنت بھی ناچ گانا بجانا اور موسیقی سے خالی نہیں رہی، یہ علم نہ ہونے کا نتیجہ ہے، اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ومن النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مهين﴾

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔" (سورۃ لقمان:6)

یہ چند آیتیں تھیں اس ضمن میں چند احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

8۔ آٹھویں برائی: نامعلوم جھگڑوں کا حصہ بننا:

بناعلم کے باتیں کرنے کی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ نامعلوم جھگڑوں میں طرفدار و حصے دار بن جانا بھی، کسی بھی مسلمان کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ حقیقت حال جانے بغیر کسی جھگڑے کا حصہ دار یا معاون ومددگار بن جائے، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جانب داری وطرفدار اور دوستانہ وخاندانی محبت میں ایسے جھگڑوں کے حصے دار بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات انتہائی ناگوار و ناپسند ہے، لڑائی جھگڑوں کی حقیقت کو جاننا اور اس کے متعلق حقائق کا علم رکھنا ضروری ہے، ورنہ اس کے سبب سماجی و معاشرتی نقصانات رونما ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَمَنْ أَعَانَ عَلَى خُصُوْمَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ فِي سَخْطِ اللهِ حَتَّى يَنزِعَ وَقِتَالُ الْمُؤْمِنِ كُفْرٌ وَسِبَابُهُ فُسُوقٌ »

"جس نے کسی جھگڑے میں بغیر علم کے مدد کی تو وہ اللہ کی ناراضگی میں رہے گا یہاں تک کہ وہ (اس جھگڑے سے الگ ہو جائے اور مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے اور اسے گالی دینا گناہ ہے۔" (سنن الکبری للبیہقی:11449)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

« وَمَنْ أَعَانَ عَلَى خُصُوْمَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَقَدْ بَاءَ بِسَخْطٍ مِنَ الله »

"جس نے بغیر علم کے کسی خصومت و جھگڑے میں حمایت کی اس نے اللہ کی ناراضگی مول لی۔" (تہذیب الکمال: 14/ 457؛ طبرانی: 12/ 388؛ التاریخ للخطیب: بروایت ابن عمرؓ)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

«مَنْ جَادَلَ فِي خُصُوْمَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَمْ يَزَلْ فِي سَخط الله حَتّى يَنْزِعَ »

"جو شخص بغیر علم (جھگڑے کی وجہ معلوم کئے بغیر

جھگڑا کرے تو وہ جب تک اس جھگڑے سے ہاتھ کھینچ لے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا۔" (ابن ابی الدنیا ضعیف الجامع: 5541)

عمل کرنے کے لئے علم کا حصول:

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ دین اسلام جس کی اساس قرآن وسنت ہے اس پر عمل کرنے کے لئے بھی علم حاصل کرنا لازم اور ضروری ہے، علم حاصل کئے بغیر دین پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے؟ بنا علم کے رواجوں اور خاندانی مراسم، آباؤ اجداد کے باطل و گمراہ طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے، اس نے کئی لوگوں کو دیکھا ہوگا یا یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ ہم یہ کام اسی لئے کرتے ہیں کہ باپ دادا کرتے ہوئے آئے ہیں، اس کام کو وہ اجر و ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دین کی باتیں جان کر اس پر عمل کرے، جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سيكونُ بَعْدِي خَلَفَاءُ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ، وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ وَسَيَكُوْنُ بَعْدَهُمْ خُلَفَاءُ يعملون بمَا لا يَعْلَمُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ أَنْكَرَ عَلَيْهِمْ بَرِىَ وَمَنْ أَمْسَكَ يَدَهُ سَلِمَ وَلَكِنْ من رَضِيَ وَتَابَعَ»

"میرے بعد ایسے خلفاء ہوں گے جو اپنے علم کے مطابق عمل کریں گے جو انہیں حکم دیا جائیگا وہ کریں گے اور پھر ایسے حکمران ہوں گے کہ جو بغیر علم کے عمل کریں گے اور وہ کریں گے جو انہیں نہیں کہا گیا ہو، جس نے انکار کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے اپنے ہاتھ کو روکا، وہ سالم رہا لیکن جو اس پر راضی ہوا اور ان کی پیروی کی۔" (سنن الکبریٰ للبیہقی: 16624)

تاریخ میں ایسے بہت سے حکمران گزرے ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیمات کے خلاف بہت سی باتوں کو نافذ کر دیا اور آج بھی بہت سی مسلمان مملکتوں میں ایسے قوانین نافذ ہیں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، جیسے ناچ گانے اور بجانے، سودی معاملات، بے پردگی، وغیرہ۔ یہ من مانی دراصل اسلام کو نہ جاننے اور اسے اہمیت نہ دینے کا نتیجہ ہے۔

بنا علم کے باتیں کرنا بہت بڑا گناہ ہے:

ہر مسلمان کو یہ جاننا ضروری ہے کہ کہ بنا علم کے باتیں کرنا کتنا بڑا گناہ اور جرم ہے، کیونکہ اس سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور جب تک یہ گمراہی جاری رہے گی، اس شخص کے گناہوں میں اللہ تعالیٰ برابر اضافہ کرتا رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ القِيَامَةِ رَجُلٌ قَتَلَ نَبِيًا أَوْقَتَلَهُ نَبِيٌ، أَوْ رَجُلٌ يَضِلُّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ، أَوْ مُصَوِّرٌ يُصَوِّرُ التَّمَاثِيْل »

"قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا، جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو، یا اس کو کسی نبی نے قتل کیا ہو، یا اس شخص کو جس نے بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کیا ہوگا، یا مصور جو مورتیاں (مجسمے) بناتا ہے۔" (صحیح الجامع: 1000، حسن)

ایسے لوگوں کی موجودہ زمانے میں کمی نہیں ہے جنہیں دین کا علم تو نہیں ہے لیکن وہ دین داری کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر، حلیہ بشری بنا کر اپنے آپ کو بڑا عالم دین ظاہر کرتے ہیں اور غلط باتیں بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور معصوم لوگ عقیدت مندی میں ان کی باتوں کو صحیح سمجھ جاتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ کا خوف کھانا چاہئے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ علمائے اکرام سے اپنے مسائل دریافت کریں کیونکہ علماء دین کا علم جانتے ہیں اور اس کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور وہ اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔

بنا علم کے فیصلہ کرنے والوں کا انجام:

وہ مسلمان جو قوم کا قاضی اور جج بنایا گیا ہو، اگر وہ بغیر علم فیصلے کرتا ہے تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« قَاضِيَان فِي النَّارِ، وَقَاضٍ فِي الجَنَّةِ قَاضٍ عَرَفَ الحَقّ فَقَضَى بِهِ فَهُوَ فِي الجَنّةِ ، وَقَاضٍ عَرَفَ الحَقّ فَجَارَ مُتَعَمّداً أَوْ قَضَى بِغَيْرِ عِلْمٍ فَهُمَا فِي النّارِ »

"دو قاضی جہنم میں ہوں گے اور ایک قاضی جنت میں داخل ہوگا۔ وہ قاضی جس نے حق کو جانا اور اسی کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور وہ قاضی جس نے حق کو جانا لیکن عمداً ظلم کا فیصلہ کیا، یا بغیر علم کے فیصلہ کیا دونوں جہنم میں ہیں۔" (الجامع الصغیر: 5986، صحیح؛ صحیح الجامع: 4298)

اسی طرح ایک اور حدیث بنا علم کے فیصلہ کرنے والے قاضی کے متعلق کہا گیا کہ: ایک قاضی جو بغیر علم کے فیصلہ صادر کرے اور لوگوں کے حقوق تباہ کرے تو وہ جہنم میں ہے۔ (السنن للبیہقی: 14980)

بنا علم کے فتویٰ دینا:

جب اس دنیا سے علمائے حق، علمائے ربانی اٹھا لئے جائیں گے تو جاہلوں کی من مانی چلے گی وہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے پھریں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تبارک و تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے نکال لے گا بلکہ علم کو اس طرح سے اٹھائے گا کہ علماء کو دنیا سے اٹھا لے گا حتی کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے، ان سے مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم؛ جامع ترمذی؛ سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ

« مَنْ أَفْتَى بَفَتِيَا بِغَيْرِ ثَبَتَ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ »

"جس شخص کو بغیر علم کے فتوی دیا گیا تو اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہو گا۔" (سنن ابن ماجہ؛ سنن ابوداؤد: 3657؛ الحاکم)

اسی لئے ہر فتوی دینے والے کو اللہ کا خوف کھانا چاہئے ، فتوی دینا اپنے علم کی بالا دستی نہیں ہے، عموماً بعض اہل علم یہی سمجھ کر فتوی دے بیٹھتے ہیں، اور عوام کو بھی چاہئے کہ اپنا سوال لکھ کر کسی بڑے جامعہ کو روانہ کر دیں جہاں علماء و مفتیان کی ایک کمیٹی ہوتی ہے وہاں سے فتویٰ حاصل کریں۔ اور فتوی زبانی نہ لیں لکھ کر تحریراً حاصل کریں، اس کے بہت فائدے ہیں۔ ہر کوئی عالم دین یا مسلمان اسکالر فتوی دینے کا مجاز نہیں ہوتا، فتوی دینے کے لئے اہل علم نے بہت سی شرائط بیان کی گئی ہیں، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کو ستر فقہاء نے اجازت دی، تب آپ نے فتوی دیا ہے، جبکہ انہوں نے 900 علماء سے علم حاصل کیا تھا، اگر ہر کوئی فتوی دینے لگے تو قوم میں بگاڑ و فساد بپا ہو گا جیسا کہ آج ہمارے سماج میں ہو رہا ہے۔

بعض مقررین اور علماء نما شخصیات کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ بنا تحقیق کے گفتگو کرتے ہیں اور ہر بات کو حدیث رسول کہہ کر پیش کرتے ہیں، کسی کے قول اور کسی واقعہ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب کر دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں، یہ حدیث رسول کا مفہوم ہے، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ پہلے تحقیق کر لیں کہ واقعی یہ حدیث رسول ہے یا نہیں؟ ورنہ بے بنیاد بات کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی جانب کرنا بہت بڑے گناہ کا موجب ہے، مقرر و عالم اور اسکالر کو چاہئے کہ پہلے وہ قرآن و سنت کا اچھی طرح علم حاصل کر لے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«حَدِّثُو عَنِّي كَمَا سَمِعْتُمْ وَلَا حَرَجَ إِلَّا مَنْ افْتَرَى عَلَيَّ كَذِباً مُتَعَمِّداً لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

"جو کچھ مجھ سے سنو، اسے آگے بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں ، جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے، وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنائے۔" (رواہ ابن عساکر)

ایسے ہی لوگوں کی مذمت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَاسَاءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾

"اس کا نتیجہ ہو گا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔" (سورۃ النحل: 25)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا، تو اس شخص کو ان تمام لوگوں کا اجر ملے گا جو اس کی دعوت پر ہدایت کا راستہ اپنائیں گے اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو اس کو تمام لوگوں کے گناہوں کا بار بھی اٹھانا پڑے گا جو اس کی دعوت پر گمراہ ہوئے لوگوں میں ایک ایسا طبقہ بھی ہے جنہیں دین کی باتیں بتانے کا بہت شوق رہتا ہے اور وہ شو آف کرتے رہتے ہیں اور اپنی TRP بڑھا کر خوش ہوتے رہتے ہیں جو نہ کسی جامعات میں علم حاصل کئے ہیں اور نہ علماء کے تحت رہ کر زانوئے ادب طے کیا ہے بعض اردو اور انگریزی کے تراجم پڑھ کر اپنے آپ کو اسلامی اکالر کہلانے لگے ایسے ہی لوگوں سے سماج میں مذہبی فساد بپا ہے ،

اس آیت میں ایسے لوگوں کے لئے سبق ہے کہ وہ روز قیامت کی رسوائی کا خوف کھائیں وہ روز قیامت اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان لوگوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جو ان کی باتوں میں آکر گمراہ ہوئے اور جب تک یہ گمراہی جاری رہے گی، انہی کے سر بوجھ بڑھتا رہے گا، اسی لئے دین کی باتیں بتانے اور اس پر حکم لگاتے ہوئے سوچنا چاہئے۔ کیونکہ دین کی بات اللہ اور اس کے رسول کی امانت ہے یہ کوئی منطق و فلسفہ اور نظریات کی گفتگو نہیں ہے۔

دعا کرنے کے لئے بھی علم چاہیے:

جب بھی کوئی مسلمان اپنے حق میں یا کسی اور کے حق میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس کا بھی علم حاصل کرے کہ دعا کیسے مانگنا چاہئے؟ آغاز دعا کس طرح کریں؟ کن الفاظ کے ساتھ مانگیں؟ کس آدمی کے حق میں دعا کرنا چاہے؟ اور کس آدمی کے حق میں دعا نہیں کرنا چاہئے؟ جب یہ جان کر دعا کرے گا تو اللہ اس دعا کو قبول فرمائیں گے اور بنا علم کے دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول نہیں کی جائیگی بلکہ اللہ کی ناراضگی کا موجب ہو گی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ لوگ روز قیامت جبکہ نفسا نفسی کا عالم ہو گا اپنی سفارش کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ یہ فرمائیں گے کہ:

« لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَهُ رَبَّهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَكِنْ ائْتُوْا إِبْرَاهِيمَ خَلِيلَ الرَّحْمَنِ »

"میں اس لائق نہیں اور اپنی اس غلطی کو یاد کریں گے جو بغیر علم کے اللہ رب العزت سے سوال بیٹھے (اپنے بیٹے کی بخشش کے لئے) اور کہیں گے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے خلیل ہیں۔" (صحیح بخاری: 7440)

ان تمام دلائل سے اس بات کا علم ہوا کہ بنا علم کے باتیں نہیں کرنا چاہئے اور نہ اظہار خیال کرنا چاہئے بلکہ ہر بات کے لئے علم حاصل کرنا چاہئے اس ضمن میں اور بھی تفصیلی مواد ہے لیکن طوالت مضمون کے سبب یہیں اکتفا کیا جاتا ہے اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆



6 اور 13 مئی 2026ء کے فتویٰ کمیٹی برطانیہ کے اجلاس میں پیش کردہ سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں، کویت کے ڈاکٹر بسام الشطی نے تمام سوالات کے جوابات پیشگی تحریر کر دیئے تھے، جن کے بارے میں بحث و تمحیص کے بعد انہیں آخری شکل دی گئی۔

جعالہ یا اجارہ پر مبنی ایک مالی معاملے کا حکم

سوال: ایک مالی عقد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں کہ جس کی مارکیٹنگ اور مشاورتی عمل میں، میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ صورت معاملہ یہ ہے کہ میں تین ماہ کے لیے ایک برقی مشین (THERMOMIN) کی مارکیٹنگ کا ذمہ دار رہوں گا، ہر اس خریدار کے عوض میں جسے میں خود لے کر آؤں گا مجھے اس مشین کی قیمت کا ایک چوتھائی بطور کمیشن دیا جائے گا۔ خریدار کو ایک چوتھائی قیمت شروع میں ادا کرنی ہوگی۔ کمپنی مشاورتی اساس پر بھی مزید کمیشن ادا کرے گی۔ اس مشاورتی عمل میں میری اپنی ٹیم ہوگی جو خریداروں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔

میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ

1۔ کیا یہ رقم کا مالی معاملہ شریعت میں جعالہ یا اجارہ کی حیثیت رکھتا ہے؟

2۔ کیا ایسے مشاورتی عمل میں شریک ہونا جائز ہوگا جس میں صرف خریداروں کو میری اپنی محنت سے راغب کرنے پر کمیشن نہیں ملے گا بلکہ مشاورتی ٹیم کی محنت کی بنیاد پر بھی کمیشن ملے گا؟

3۔ کیا کمیشن کی اساس پر یہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسے کئی دوسرے ناجائز معاملات ہیں یا اہرام کی شکل والے معاملات ہیں؟ (یعنی پہلا خریدار دو اور خریدار کو لے کر آتا ہے اور وہ انہیں سے مزید خریدار لے کر آتا ہے اور ان میں سے ہر شخص مزید دو افراد اور خریدار لے کر آتا ہے اور اس طرح یہ اہرام کے مینار کی سی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔)

اس بات کا خیال رہے کہ پروڈکٹ جس کا سودا ہو رہا ہے حقیقی اور قانونی ہے، اور اسے خریدار تک پہنچایا جاتا ہے؟

جواب: پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ فقہی لحاظ سے اس معاملے کو کیسے سمجھا جائے گا، یعنی چند عام قواعد کو پہلے معلوم کیا جائے گا اور پھر عقد کی تفصیلات کی روشنی میں اس کا حکم جانا جائے گا۔

1۔ پہلے تو یہ طے کرنا ہے کہ فقہی لحاظ سے یہ کونسا عقد ہے، ہمارے خیال میں یہ جُعالہ کی شکل ہے، نہ کہ اجارہ کی، جیسے ایک گمشدہ چیز کے بارے میں اعلان کیا جائے کہ جو تلاش کر کے لائے گا، تو اسے اتنا انعام ملے گا۔

اور وہ اس لیے کہ جعالہ میں کام کا عوض نتیجہ برآمد ہونے کے حساب سے دیا جاتا ہے، اس میں نہ وقت کی قید ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی لگا بندھا کام ہوتا ہے۔

جعالہ اصل میں تو ایک جائز سودا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اس کا عوض (یا کمیشن) معلوم ہو، کام بھی جائز نوعیت کا ہو اور اس میں جہالت کا عنصر غالب نہ ہو اور اس بنیاد پر یہ سودا ہے یعنی کسی مباح چیز کی مارکیٹنگ اور اس کے بدلے میں کمیشن لینا جو کہ پہلے سے طے شدہ ہو۔

2۔ اب رہی دوسری بات کہ اگر یہ معاملہ ٹیم ورک کی بنیاد پر ہو تو اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں، پہلی صورت یہ کہ کمیشن کسی حقیقی عمل کی بنا پر ہو، جیسے ٹریننگ دینا، کسی عمل کی نگرانی کرنا، یا ایک کام کے پیچھے لگے رہنا کہ جس کی بنا پر فروخت زیادہ ہو، اور پھر کمیشن کی مقدار معلوم ہو، اور ٹیم میں شامل ہونے کے لئے کوئی فیس نہ رکھی گئی ہو تو یہ صورت جائز ہے۔

لیکن اگر کمیشن کی ادائیگی صرف ایک ظاہری عمل کی بنا پر ہے کہ جس میں لوگوں کی بھیڑ اکٹھا کرنا ہے یا حقیقی عمل کے بغیر ممبر شپ کو بڑھانا ہے یا نفع صرف اس لیے حاصل ہو رہا ہے کہ اہرام کی شکل کی وجہ سے خریداروں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے تو یہ شکل ناجائز ہو گی کہ اس میں اول تو بہت زیاہ جہالت ہے اور دوسرے یہ وہ شکل ہے، جس میں لوگوں کا مال غلط طریقے سے بٹورنا ہے، اس میں اگر کوئی چیز قابل خرید بھی ہو، تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

2۔ ضابطہ یہ بنا کہ جہاں کسی حقیقی عمل کی بنا پر نفع حاصل ہوتا ہو اور اس حقیقی عمل میں آپ کوئی سروس بہم پہنچا رہے ہیں تو آپ کے لیے کمیشن لینا جائز ہوگا، لیکن اگر نفع حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہو کہ کوئی حقیقی بیع تو نہ ہو لیکن ممبر شپ کا عدد بڑھا کر نفع حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسی صورت ناجائز ہو گی، چاہے اس میں قابل خرید چیز کیوں نہ موجود ہو۔

ہر ایسے معاملے کے تمام ضابطوں اور تفصیلات کا گہرا مطالعہ کر لیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ نفع کیسے حاصل ہو رہا ہے اور اسے کیسے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ شریعت کا حکم ظاہری صورت پر نہیں بلکہ حقیقی عمل کی بنا پر رکھا

جاتا ہے۔

بحیثیت وکیل یا ایجنٹ کے کام کرنے کی نوعیت

سوال: میں اپنے کاروبار کی نوعیت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں کہ

میرے پاس خواتین کے ملبوسات کا اسٹاک موجود رہتا ہے جس میں ضروری نہیں کہ ناشائستہ قسم کے کپڑے بھی ہوں، میں آن لائن ایجنٹ کے ساتھ کام کرتا ہوں، جو میرے ان ملبوسات کو فروخت کرنے کا دھندا کرتے ہیں، ان لوگوں نے صرف آگے مارکیٹنگ کرنی ہے ، نہ وہ پیشگی کوئی چیز مجھ سے خریدتے ہیں اور نہ ہی اپنی ملکیت میں رکھتے ہیں۔

جب کوئی خریدار اپنا آرڈر (کیش رقم کی ادائیگی پر) ریکارڈ کراتا ہے تو وہ مجھے اسی آرڈر کی تفصیلات بھیج دیتے ہیں تو میں خریدار کو وہ ملبوسات ڈائریکٹ بھجوا دیتا ہوں۔ ان اشیاء کی ملکیت بھیجے جانے تک میرے پاس بھی رہتی ہے، مرکزی اشارات یہ ہیں:

1۔ ایجنٹ حضرات کسی بھی مرحلہ میں اشیاءِ فروخت کا قبضہ نہیں رکھتے۔

2۔ جتنی قیمت میں انہیں بتاتا ہوں، اس سے زائد جو وہ کما سکتے ہیں، وہی اُن کی آمدنی شمار ہوتی ہے۔

3۔ اگر ڈلیوری فیل ہو جاتی ہے تو ایجنٹ ترسیل کے اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

4۔ میں نے ایجنٹ کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ میری اشیاء کو اپنی ذمہ داری پر Resale کر سکتے ہیں۔

5۔ ایجنٹ یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ کسی کے لیے کام کر رہے ہیں، الا یہ کہ ان سے پوچھا جائے۔

6۔ میں نے انہیں یہ ہدایت نہیں کی کہ وہ غلط بیانی سے کام لیں اور اشیاء کی ملکیت کا دعوی کریں۔

اب میرے سوال یہ بنتے ہیں:

1۔ تجارت کا یہ ماڈل Resale (دوبارہ فروخت) کے ضمن میں آئے گا یا وکالت شمار ہو گا۔

2۔ ایجنٹ کو اپنی اصلی حیثیت سے خریدار کو آگاہ نہ کرنا جائز ہو گا؟

3۔ اگر ایجنٹ غلط بیانی سے کام لے کر اپنے آپ کو مالک ظاہر کرے تو کیا اس کا اثر میری تجارت کے جائز یا ناجائز ہونے پر پڑے گا؟

4۔ اس طرح نفع کمانے کا طریقہ جائز ہے؟

5۔ کیا شریعت میں خواتین کے پارٹیوں میں پہننے والے ملبوسات کی فروخت جائز ہے؟

جواب:

1۔ نوعیت کاروبار:

یہ کاروبار وکالت یا ایجنسی کے ضمن میں ہی شمار ہوتا ہے، یعنی اشیاء مالک کی ملکیت میں ہی رہتی ہیں اور ایجنٹ مالک کی طرف سے اس کی مارکیٹنگ کرتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ مالک کی طرف سے اجازت ہو اور ایجنٹ کا معاوضہ معلوم ہو۔

2۔ ایجنٹ حضرات کے کام کی نوعیت:

ایجنٹ کے لئے یہ کام جائز ہے بشرطیکہ اس کا معاوضہ معلوم ہو ، چاہے نسبت کے حساب سے ہو یا ایک معین رقم کی شکل میں ہو ، مالک کی اجازت یقینی ہو۔ کوئی جہالت نہ پائی جاتی ہو اور وہ کسی ایسی چیز کی فروخت نہ کرتا ہو جو نہ پائی جاتی ہو۔

3۔ ایجنسی کا اعلان نہ کرنا

اگر کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو تو ایسی تجارت جائز ہے ، لیکن احتیاط کا تقاضا ہے کہ اگر پوچھا جائے تو اصل حقیقت بتا دی جائے ، خاص طور پر اگر عرف یہی ہو کہ ایجنسی کے بارے میں بتایا جاتا ہو یا اس کے نہ بتائے جانے سے کوئی شک وشبہ پایا جائے۔

4۔ سامان کی ملکیت کا دعویٰ کرنا

اگر ایجنٹ اس طرح مارکیٹنگ کرے کہ خریدار کو اُس کے مالک ہونے کا شبہ ہو تو یہ دھوکہ اور غلط بیانی کی بنا پر ناجائز ہے۔ ایسی صورت سے منع کیا جائے اور اسے خبر دار کیا جائے اور اگر مالک نے اصلاً اس کی اجازت نہیں دی تھی تو اس کے کاروبار میں کوئی حرج واقع نہ ہو گا۔

5۔ نفع حاصل کرنے کا حکم

ایسے کاروبار کا منافع جائز ہے کیونکہ یہ نفع مارکیٹنگ یا ایجنسی کے کام کے بدلے میں حاصل کیا گیا ہے۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ نسبت کی شکل میں متعین کیا گیا ہے یا بھاؤ کے فرق کی وجہ سے حاصل کیا گیا ہے۔

6۔ محسوسات کی نوعیت کا مسئلہ

خواتین کے ملبوسات کا فروخت کرنا اصلاً جائز ہے ، کیونکہ یہ ایک مباح عمل ہے۔ بشرطیکہ سامان تجارت میں سے کوئی چیز بذات خود حرام ہو، اور ظن غالب یہی ہو کہ وہ کسی حرام کام میں استعمال نہ ہو گا۔

مخصوص ماحول میں حجاب نہ کرنا

سوال: مجھے حجاب کی وجہ سے چند پریشانیاں لاحق ہیں۔ چند دن پہلے کسی شخص نے میرے حجاب کے باعث مجھ پر کچھ پھینکا تھا، میں نے کئی دوسری خواتین کو بھی دیکھا ہے جنہیں حجاب کی بنا پر نشانہ بنایا گیا، ان کا حجاب نوچنے کی کوشش کی گئی۔

میرا سوال یہ ہے کہ اگر واقعی ایک مسلمان عورت حجاب کی بنا پر سخت خطرے میں ہو تو کیا وہ عارضی طور پر اپنا حجاب اتار سکتی ہے اور اس کے بدلے اپنے سر پر ہیٹ، ہُڈ (Hood) یا کوئی اور ایسی چیز رکھ لے کہ جس کے دیکھے جانے سے اس کا اسلامی تشخص نمایاں نہ ہو؟

میں حجاب کا مطلق انکار نہیں کر رہی ہوں۔ صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اگر اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں جو عورت کے لئے خطرے کا باعث ہوں تو وہ اپنی حفاظت کی خاطر حجاب اتار سکتی ہے؟

جواب: اَصل تو یہی ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق

ایک مسلمان عورت پر حجاب کی پابندی لازمی ہے اور صرف ایک موہومہ خوف یا معمولی سی تکلیف کی بنا پر اسے چھوڑا نہیں جاسکتا، لیکن اگر حقیقی طور پر خوف پایاجائے، جیسے واقعی دھمکی دی جارہی ہو یا بار بار چھیڑ چھاڑ کی گئی ہو یا اس کا امکان ہو تو شریعت کا تقاضا کہ ضرر (تکلیف) کا ازالہ کیا جائے اور ایک مسلمان کو مشقت میں نہ ڈالا جائے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾(سورة البقرة:195)

"اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

فقہی قواعد کے مطابق ضرر کا ازالہ ضروری ہے اور ضرورت کی بنا پر ممنوع چیز جائز ہو جاتی ہے۔

اور اس بنیاد پر ایک مسلمان عورت کے لئے جائز ہے کہ اگر جسم وجان کی سلامتی پر خطرہ ہو تو اتنا حجاب اتارا جاسکتا ہے کہ جس سے خطرہ ٹل سکے، اور بقدر امکان سر چھپانے کا انتظام ہو سکے، جیسے سر پر ہیٹ رکھ لیا یا کوئی اور ایسی چیز جو لوگوں کی توجہ کا باعث نہ ہو، صرف ضرورت کے مطابق یہ شکل اختیار کی جائے اور پھر یہ کہ خوف حقیقی ہو، صرف وہم وگمان نہ ہو، اس بات کی بھی کوشش کی جائے کہ ایسے وقت نکلا جائے، جب کہ خطرہ کم ہو یا اپنے ساتھ کوئی دوسرا شخص بھی ہو اور ایسی جگہ راستے کے لئے منتخب کی جائے جو پُرامن ہو اور جونہی خطرہ ٹل جائے حجاب کو واپس لے لیا جائے۔

اور اگر ایسا ممکن ہو کہ سلامتی کے اسباب مہیا کر کے مکمل حجاب کیا جاسکے تو پھر حجاب کا اُتارنا مستحسن نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حجاب واجب ہے، صرف حقیقی خطرے کی موجودگی میں عارضی طور پر حجاب چھوڑا جاسکتا ہے یا اس میں تخفیف کی جاسکتی ہے، اور جونہی خطرہ ٹل جائے تو حجاب کو دوبارہ اختیار کر لیا جائے۔

☆☆☆

نام کتاب: چند تصویر بتاں، چند حکایات اسلامیاں

مؤلف: ڈاکٹر صہیب حسن لندن

صفحات: 400

ناشر: مکتبہ ضیاء السنہ اسلام آباد

مکتبے کا کوئی ایڈریس، فون نمبر، ناشر کا نام، ای میل یا رابطے کا کوئی ذریعہ لکھا نہیں ہے۔

طباعت، جلد، ٹائٹل- خوبصورت

قیمت درج نہیں

سال اشاعت دسمبر 2025ء

پاکستان کے عام مکتبات سے نام لے کر طلب کی جاسکتی ہے۔

شاعر بزم اکبر آبادی کا یہی ایک شعر مشہور ہوا ہے اکبر آبادی کی وجہ سے لوگ بداہتہ اکبر الہ آبادی کا شعر سمجھتے ہیں ۔ خیر وہ بھی ظریف شعراء میں شمار ہوتے ہیں بہر حال اب تک پہلے جملے کے سامنے آتے ہی پورا شعر زبان پر آجاتا ہے

چند تصویر بتاں، چند حسینوں کے خطوط بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا لیکن ڈاکٹر صاحب نے دوسرا مصرعہ پورا مولویانہ بنا ڈالا! اب آپ کا اپنا مزاج ہے اس مولویانہ مصرعے سے اپ سیٹ ہوں یا محفوظ ، لیکن جب آپ اس کتاب کو پڑھیں گے تو یہ مناسبت سمجھ آجائے گی بلکہ لطف بھی دے گی۔

ڈاکٹر صہیب حسن ایک نام نہیں برینڈ ہے ۔ علم ، عمل، مزاح، ظرافت و متانت ، تدبر و تفکر ، تحمل ، فکاہت وخوش مزاجی کا، کتابی چہرہ جس کے پیچھے ایک زندہ دل انسان چھپا ہوا ہے۔ اللہ نے انہیں کچھ اضافی خوبیاں ان میں بھری ہوئی ہیں جو یکبارگی ملاقات میں نظر نہیں آتیں بلکہ برسوں کا تعلق ضروری ہے ۔ چاول اور مرسڈیز کا ماڈل جتنا پرانا ہو گا اتناہی طرحدار ہو گا۔

ڈاکٹر صاحب سے 1989 سے لیکر اب تک ہمارا پیار، محبت بلکہ عقیدت بغیر کسی علالت اور بغیر غل و غش کے سلامت رہی ہے۔ اور یہ رشتہ وحسن أولئك رفيقا ذالك الفضل من الله کا مصداق رہے گا۔

ڈاکٹر صہیب حسن جہاں ابن تیمیہ ابن قیم اور دیگر مفکرین و محدثین کے خوشہ چین ہیں وہاں ابن بطوطہ کے پیچھے پیچھے بھی مزے سے چلتے ہیں اور محدثین و مفکرین کی فکر کی احیاء میں مگن ہیں وہاں سیاحت میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

سفر نامے میں دلچسپی و جدت پیدا کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے ۔ اسی طرح زیر تبصرہ کتاب ایک علمی مطالعہ بھی ہے۔

اس میں انیس مضامین ہیں پہلا مضمون "امام حرم کی میزبانی میں" اور تیرھواں مضمون لندن سے غرناطہ، جو سب سے زیادہ موثر کن ہیں ۔ میرے محتاط اندازے میں بال جبریل کے مصنف کی نظم مسجد قرطبہ میں جو سوز و گداز ہے وہی ڈاکٹر صہیب کی نثر میں ہے۔ اس کے پس منظر میں پورا اندلس، قرطبہ اور غرناطہ کی اسلامی تہذیب و تمدن کی یادیں موجود ہیں۔ اس تحریر میں مؤلف کے دل کا درد تین بڑے پہلوؤں میں نمایاں ہوتا ہے:

1۔ عظمتِ اندلس کی یاد

جب صاحب کتاب قرطبہ اور غرناطہ کی سرزمین پر پہنچے تو انہیں مسلمانوں کے شاندار ماضی کی یاد ستانے لگی۔ وہ اس تہذیب کو محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایمان، عشق اور تخلیقی قوت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ البتہ ڈاکٹر صاحب کو مسجد قرطبہ کے محراب کے قریب اذان کہنے اور نماز باجماعت ادا کر نیکی سعادت

نصیب ہو گئی۔ جو ایک نایاب چیز تھی۔

2۔ زوالِ مسلم کا درد

مسجدِ قرطبہ کی عظمت دیکھ کر ان کے دل میں یہ حسرت ابھرتی ہے کہ جن لوگوں نے ایسی عظیم تہذیب قائم کی تھی، ان کی اولاد آج کمزوری، انتشار اور غلامی اور حدیث نبوی کے بقول "وھن" کا شکار ہے۔

الا ایھا اللیل الطویل الا انجلی
یصبح وما الاصباح منک بامثل

"اے طویل رات اب تو چھٹ جا، لیکن صبح ہو بھی گئی تو تجھ سے بہتر نہ ہوگی۔"

3۔ بیداری اور انقلاب کی دعوت

مصنف ماضی پر صرف نوحہ نہیں کرتے بلکہ امت کو بیدار ہونے کا پیغام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قوموں کی زندگی مسلسل جدوجہد اور انقلاب میں ہے:

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات، کشمکشِ انقلاب

انقلابی پیغام کا نچوڑ ہے۔

دردِ دل کی سب سے نمایاں مثال

دل کا سوز و گداز اقبال کے ان اشعار میں بہت نمایاں ہے:

اے حرمِ قرطبہ! عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام، جس میں نہیں رفت و بود

اور

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

یہاں "خونِ جگر" سے مراد وہ داخلی درد، قربانی، اخلاص اور سوز ہے جس کے بغیر کوئی قوم عظمت حاصل نہیں کر سکتی۔

ڈاکٹر صہیب حسن کے اس طویل مضمون میں

- اندلس کی عظمت پر فخر،
- مسلمانوں کے زوال پر درد،
- مسلمانانِ اندلس پر کیا بیتی؟
- اور امت کو تجدید و بیداری کی دعوت

یہ تینوں جذبات یکجا ہو گئے ہیں۔ امرؤ القیس کا ایک دلگداز شعر کہ

جادك الغيث إذا الغيث همى
يا زمان الوصل بالأندلس
لم يكم عهدك إلا حكما ف
الكرى أو خلسة المختلس

ابر برسے تو تجھے جل تھل کر دے
ہائے اندلس کی وہ ساعت وصل
وہاں کے ایام تھے کہ نیم بیداری کا خواب
یا چوری چھپے نگاہ غلط انداز کی ایک جھلک

مجھے یہ الفاظ "قرطبہ، اندلس، غرناطہ، سپین، اشبیلیہ" اس لیے بھی بہت متاثر کرتے ہیں کہ ابھی تک اس سفر سے محروم ہوں رب کریم توفیق عطا فرمائے اور ہم بھی اس کا سفر ضرور کریں گے۔

اس مجموعے میں چند باتیں جن کی کمی محسوس ہوتی ہے ان میں سے ایک ناشر کی جانب سے مؤلف کتاب کا تعارف بھی شامل ہونا چاہیئے تھا تاکہ نسل نو کو مؤلف کی حیات و خدمات سے شناسائی رہے۔ دوسری بات کہ مؤلف محترم کی جانب سے اپنے تمام سفر نامے سن وار ایک سے زیادہ جلدوں میں جمع کر دیے جائیں تاکہ ایک دستاویز بن سکے۔

اب قاری کو یہ پتہ نہیں چلے گا کہ امام حرم کی میزبانی میں یہ سفر حرمین شریفین کب وقوع پذیر ہوا۔ یہی صورت عموماً دوسرے مضامین میں واضح ہے اگر اس کا اہتمام کر دیا جائے تو یہ تاریخ کے لیے ایک بڑی اہم بات ہوگی۔

یاد رہے کہ جس سفر کا انہوں نے دو لفظوں میں ذکر کیا یعنی 2014 میں اس پر میرا رپورتاژ شرعی کونسل کے آفس میں موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب اسے بھی شامل اشاعت کر لیں۔

ایک توجہ کتاب کے ٹائٹل پر مؤلف کے نام کے املا کے لیے بھی کہ

اردو املا کے لحاظ سے "صہیب حسن" درست ہے، جبکہ "صھیب حسن" درست املا نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ نام عربی "صُهَيْب" (Ṣuhayb) سے ماخوذ ہے، جس کی عربی رسم الخط میں ہجاء ص + ہ (ھ-) + ی + ب = صہیب۔ لہٰذا اردو میں بھی اسے صہیب ہی لکھا جانا چاہیئے۔ باقی کتاب کمال قسم کی دلچسپ معلومات سے لبریز ہے جو مولانا صہیب حسن کے رہر و قلم کی خاصیت ہے نیز یہ مضامین وقتاً فوقتاً ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اور "المنبر" فیصل آباد میں چھپ کر قارئین سے داد سمیٹتے رہے ہیں بہت اچھا ہوا کہ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ہر شخص کی پہنچ میں آگئے ہیں۔ اس پر ناشر کا بھی شکریہ بنتا ہے۔

خاکسار: حافظ عبد الاعلیٰ درانی۔ بریڈ فورڈ

بدھ 3 جون 2026

☆☆☆

متواضع کون؟

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا تصح لك درجة التواضع حتى تقبل الحق ممن تحب وممن تبغض ، فتقبله من عدوك كما تقبله من وليّك."

تم درجہ تواضع کے لائق نہیں بن سکتے ہیں یہاں تک کہ تم ہر اس شخص سے حق بات قبول کرو جس سے تم محبت کرو یا جس سے نفرت کرو، پس تم حق کو قبل کرو اپنے دشمن سے، جس طرح اپنے دوست سے قبول کرتے ہو۔ (مدارج السالکین: 2/321)



نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو؛ مولانا محمد عبد الہادی عمری؛(صدر مجلس القضاء الاسلامی، برمنگھم)

1978ء کی بات ہے، شہرہ آفاق درس گاہ مدینہ یونی ورسٹی میں ہمارا پہلا تعلیمی سال تھا۔ آڈیٹوریم ہال میں طلبہ اور شیوخ کی بڑی تعداد جمع تھی۔ آج کا لیکچر ڈاکٹرف عبدالرحیم (رحمہ اللہ) دینے والے تھے۔ متنوع عنوانات پر مختلف مشاہیر علم کے محاضرات اس ہال میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ آج کا عنوان تھا: ”الدخيل في اللغة العربية“ یعنی عربی زبان میں غیر عربی الفاظ کی درآمد۔ نہایت علمی اور تحقیقی موضوع پر آپ نے اس انداز سے اظہار خیال فرمایا کہ طلبہ اور شیوخ بڑی دل چسپی سے سنتے رہے۔

اہل علم کے اجتماع کی گفتگو عوامی دروس سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ اس علمی اور تحقیقی مقالے کے اختتام پر دعائیہ کلمات کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ عربی زبان کے حوالے سے میری ان خدمات کو فہم قرآن وحدیث کا ذریعہ بنائے۔“ شاید یہ قبولیت کا وقت ہی رہا ہوگا کہ آپ کے سینکڑوں شاگرد اطراف عالم میں دعوتِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ان میں بیشتر اپنے اپنے علاقوں میں شائقین کو اسلامی تعلیمات سے قریب لانے کے لیے عربی زبان بھی سکھاتے ہیں اور اس کے لیے آپ ہی کی تصنیف ’دروس اللغة العربية‘ کو تدریس کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے یہ انتہائی مفید کتاب ہے۔

عربی لغت پر مہارت خصوصاً اس زبان میں درآمدہ الفاظ کے متعلق ڈاکٹر صاحب سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس مہارت کے لیے مختلف زبانوں پر عبور لازمی ہے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ کس لفظ کی اصل کیا ہے اور وہ عربی مبین میں کیسے داخل ہوا، اس کے لیے ایک خاص ذوق کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ بہت سوں کو اپنی مادری زبان پر بھی اس حیثیت سے عبور نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر صاحب کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ ہم طلبہ کے درمیان عربی زبان کے حوالے سے گفتگو ہوتی تو عموماً ڈاکٹر صاحب ہی کا حوالہ دیا جاتا کہ آپ سے رجوع کر لیا جائے، یا کوئی کہہ دیتا کہ

ڈاکٹرف کی تحقیق کے مطابق اس کی اصل یہ ہے، حالاں کہ عرب ممالک سے آنے والے اساتذہ کثیر تعداد میں وہاں تھے۔ کسی غیر عربی شخص کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ عربی زبان کے مسئلے میں تمل ناڈو کے ایک ٹاؤن وانم باڑی کے سپوت کا حوالہ عرب شیوخ بھی دیں۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ قیام مدینہ منورہ کے دوران بڑے بڑے نام وروں کو ہم نے اصحاب کمال کی صلاحیتوں کا اعتراف کھلے دل سے کرتے ہوئے سنا۔ یعنی اعتراف حق کو وہاں کے علماء اور شیوخ عار نہیں سمجھتے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم نوے فی صد طلبہ غیر ملکی ہوتے ہیں، جو دنیا بھر سے وہاں پہنچتے ہیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسے طلبہ کی ہوتی ہے، جن کی عربی زبان قدرے کم زور ہوتی ہے۔ یونیورسٹی کے اصل کورس میں داخلے کے لیے عربی میں دسترس ضروری ہے، اس لیے انہیں ’شعبة اللغة العربية‘ میں ایک دو سال گزارنے ہوتے ہیں، تا کہ ان کی زبان یونی ورسٹی کے مطلوبہ معیار کے مطابق درست ہو جائے۔ اس اہم شعبے کے مدیر عرصے تک ڈاکٹر صاحب تھے۔ یوں ایسے نووارد طلبہ کو آپ کی شاگردی کا براہ راست موقع ملتا۔ پھر یہ رشتہ اتنا مضبوط ہو جاتا کہ یونی ورسٹی سے فراغت کے بعد جب وہ اپنے وطن لوٹتے تو وہاں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے ساتھ عربی زبان کی تعلیم پر بھی توجہ دیتے، اور اس کے لیے عموماً آپ کی تصنیف ’دروس اللغة العربية‘ کو بنیاد بناتے۔

سنہ 1980ء کی دہائی میں جامعہ اسلامیہ کی جانب سے عربی کی تعلیم کا ایک جامع پروگرام بنایا گیا۔ سالانہ چھٹیوں کے موقع پر مختلف اساتذہ کئی ممالک کو بھیجے جاتے رہے۔ دو تین ہفتوں کے قیام کے دوران وہاں کے باذوق طلبہ ان سے خوب مستفید ہوتے۔ یہ دورے عربی زبان کے علاوہ دینی تعلیمات کی اشاعت کا ذریعہ ثابت ہوتے۔ شیوخ مدینہ کی آمد کی مناسبت سے مختلف دینی دروس اور اصلاحی پروگرام بھی ہوا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹرف نے کئی مرتبہ یورپ، کینیڈا وغیرہ کا سفر کیا۔ وہاں آج بھی ان کے شاگردوں کی بڑی تعداد اپنے محسن ومربی کی وفات پر اشک بار ہے۔

میں 1980ء کی سالانہ چھٹیوں میں حیدر آباد آیا ہوا تھا۔ اطلاع ملی کہ مدینہ یونی ورسٹی کے دو اساتذہ حیدر آباد دکن کی لائبریریوں سے استفادے کے لیے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب جیبوں میں تو چھوڑیئے، گھروں میں بھی فون کی سہولت کم ہی ہوتی تھی۔ یہ دونوں بزرگ ہمارے گھر تشریف لے آئے۔ میں گھر پر نہیں تھا۔ والد گرامی اور برادر اکبر مولانا عبدالرحمن ندوی نے استقبال کیا۔ کافی دیر غریب خانہ پر بیٹھے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ بھائی صاحب جو کہ ندوی اور عربی ادب میں ایم اوایل ہیں، وہ خود ہی ڈاکٹر ربیع بن ہادی المدخلی سے ہم کلام تھے اور والد صاحب ڈاکٹرف عبدالرحیم کے ساتھ۔ جب میں گھر پہنچا تو کیفیت یہ

تھی کہ

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

بشیر باغ میں واقع ایک ہوٹل میں ان کا قیام تھا۔ تقریباً دس روز شہر کی قدیم لائبریریوں کی خاک چھانتے رہے۔ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ اخیر تک میں شامل رہا۔ اس وقت جامعہ اسلامیہ کی طرف سے یہ پروگرام ترتیب دیا گیا تھا کہ دنیا بھر کی لائبریریوں میں پائی جانے والی نایاب اسلامی کتب خصوصاً مخطوطات جمع کر کے یونی ورسٹی کی مرکزی لائبریری میں محفوظ کیے جائیں۔ بعد میں یہ سلسلہ حکومت سعودی عرب کی زیر نگرانی چلتا رہا، تا کہ یہ علمی ذخیرہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ اس علمی نعمت کا وافر ذخیرہ حیدر آباد کے کتب خانوں میں موجود تھا۔ اس کا اندازہ راقم کو بھی اسی دورے میں ہوا کہ حیدر آباد کے علم دوست احباب نے اس علمی ذخیرے اور نایاب کتب کو جمع کرنے میں کتنی جاں فشانی سے کام لیا اور کس قدر دولت خرچ کی ہے۔ اس سلسلے میں لوگ آصفیہ لائبریری کو جانتے ہیں۔ بلاشبہ اس عظیم لائبریری میں نہایت قیمتی ذخیرہ تھا جو کہ اب گردش ایام کی نذر ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی مختلف کتب خانوں میں بڑا ذخیرہ تھا، جس سے خود اکثر حیدر آبادی بھی ناواقف تھے۔ لیکن افسوس کہ اس علمی اور تحقیقی ذخیرے کا ایک بڑا حصہ بے توجہی کی نذر ہو گیا۔

کتابوں کی تلاش کے دوران ہمیں "روضتہ الحدیث" کا پتا چلا۔ سعید آباد کے عقبی حصے کے 'رین بازار' میں یہ لائبریری واقع ہے۔ اس کے نام ہی سے اس کے مؤسس کے حسن ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ تلاش بسیار کے بعد اس سے وابستہ ایک صاحب کا علم ہوا۔ ان کے دولت کدے پر جب ہم تینوں پہنچے، تو صاحب خانہ بھی خوش گوار حیرت میں پڑ گئے۔ کیا اس لائبریری میں ایسی کتابیں ہیں جن کی تلاش میں یہ ہستیاں مدینہ منورہ سے تشریف لے آئی ہیں؟ ان کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی۔ پھر ان کی ساری گفتگو کا نکتہ یہ تھا کہ "آپ حضرات سرکاری طور پر کوشش کر کے لائبریری کی زمین میرے نام واگزار کروائیے، میں اس میں موجود کتابوں کی دیکھ ریکھ کا حق ادا کروں گا۔"

اس لائبریری میں موجود بعض کتب کی فہرست کسی قدیم مجلے میں شائع ہوئی تھی۔ موصوف کے پاس مجلے کا ایک نسخہ تھا۔ ہم نے بڑی منت سماجت کی کہ اس فہرست کی کاپی ہی ہمیں دے دیں تا کہ ہم جائزہ لے سکیں لیکن وہ فہرست دکھانے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ بس اپنی ہی بات پُر زور انداز میں کہے جا رہے تھے۔

اس در سے ناکامی ہوئی تو ہم نے وقف بورڈ کا رخ کیا۔ اللہ بھلا کرے اس وقت کے ذمے داروں کا، کہ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا کہ ایک اہم وفد کتابوں کی تلاش میں ہمارے دفتر آیا ہے، ورنہ اکثر لوگ مال وزر کے سلسلے میں اس ادارے کا رخ کرتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم خود اس علمی ذخیرے سے ناواقف ہیں۔ پھر انہوں نے صورت حال سے آگاہ کیا کہ 'روضتہ الحدیث' کے مالک انتقال کر گئے۔ وہ لاولد تھے۔ اس لائبریری کے ساتھ بڑی زمین ہے۔ اس پر مختلف لوگوں نے قبضہ کرنے کی کوشش کی اور ہر مدعی اپنی نسبت مرحوم سے جوڑ رہا ہے، اس لیے عدالتی فیصلہ ہونے تک اس جگہ کو وقف بورڈ نے سیل کر دیا ہے۔ رہا اس کی لائبریری اور اس میں موجود کتابوں کا مسئلہ تو ہمیں بھی اندازہ نہیں، اور نہ ہی ان دعوے داروں کو اس کا علم ہو گا۔ شاید وہ لوگ علمی ذوق کے بھی نہیں۔ ہر ایک کی نظر مادی فائدے کی طرف ہے۔

بہی خواہانِ دین وملت نے جگر سوزی سے کتابیں جمع کر کے وقف کیا اور بعد میں آنے والوں نے بے دردی سے ہڑپ کیا۔ لہٰذا ہماری درخواست پر متعلقہ احباب نے باہمی مشورہ کر کے ہمارے لیے لائبریری کھولنے کا مژدہ سنایا کہ آپ اطمینان سے اس علمی ذخیرے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ وقف بورڈ کے ذمے داروں کا اس ہمدردی اور علم دوستی پر شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم بورڈ کے ممبر کے ساتھ متعلقہ مقام پر پہنچے۔ مکتبہ ہال نما کمرے میں تھا۔ درو دیوار اور الماریوں پر اَٹی ہوئی گرد وغبار اور مکڑی کے جالوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کسی کا ادھر گزر نہیں ہوا ہے۔ شاید دعوے داروں کی پوری توجہ مادی چیزوں کی طرف ہی رہی کہ کس کے حصے میں کتنی زمین اور کتنے پلاٹس آئیں گے۔ اس علمی ذخیرے کو کوڑے دان کی نذر کر دیا گیا۔ عموماً اوقاف کی مادی اور معنوی دولت کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے۔ ہم نے ضروری صفائی کے بعد کتابوں کا جائزہ لیا۔ کچھ کو دیمک چاٹ چکی تھی، کچھ قابل مطالعہ تھیں اور کچھ صحیح سلامت۔ ہم نے طے کیا کہ کتابیں لائبریری سے باہر نہیں لے جائیں گے۔ یہیں ان

کی فوٹو میکرو فلم کرائیں گے۔ اس کے لیے مطلوبہ ماہرین شہر مدراس میں تھے۔ انہیں طلب کیا گیا۔ وہ اپنے سامان کے ساتھ تیسرے دن پہنچے۔ دونوں شیوخ فہرست بناتے رہے اور فلم کا کام چلتا رہا۔ ایک ہفتہ صبح سے شام تک یہی کام ہوتا رہا۔ پھر ساری کتابیں امانت داری کے ساتھ الماریوں میں رکھ کر چابی وقف بورڈ کے عملے کو شکریہ کے ساتھ لوٹا دی گئی۔ ہمیں اس علمی ذخیرے سے کام تھا۔ جائیداد کا ہمیں علم نہیں کہ کون وارث قرار پایا، یہ امانت کس کے سپرد کی گئی۔ شاید وہ کتابیں بھی مرور ایام کی نذر ہو چکی ہوں گی۔ لیکن الحمد للہ مکتبہ کی چند کتابوں کی مائیکرو فلم مدینہ یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہو گئی اور طلبہ مستفید ہو رہے ہوں گے۔

اسی وادی میں مسجد روضتہ الحدیث ہے۔ کام کے دوران جمعہ آ گیا۔ ہم نے طے کیا کہ نماز جمعہ یہیں ادا کی جائے تا کہ وقت بچایا جاسکے۔ مسجد کمیٹی کے ایک

ذمے دار سے شیخ ربیع بن ہادی المدخلی پروفیسر مدینہ یونی ورسٹی کا تعارف کروا کر خطبہ جمعہ کی اجازت لی گئی۔ شیخ، دکتورف. پر زور دے رہے تھے کہ آپ یہ ذمے داری اردو میں نبھا سکیں تو لوگ زیادہ مستفید ہوں گے، لیکن دکتور ممبر و محراب سے زیادہ قلم و قرطاس کے آدمی تھے۔ انھوں نے شیخ ربیع کو مقامی حالات اور مصلحتوں کی نشان دہی کرکے خطبے کے لیے آمادہ کر لیا۔ شیخ ربیع نے خطبہ ارشاد فرمایا۔عام نمازیوں کے لیے آج کے خطبے میں کچھ جدت دکھائی دی۔ یہاں خطبے سے پہلے اور نماز کے بعد کچھ باتیں مروج تھیں، جو آج نہیں ہوئیں لیکن شیخ کے تعارف کے بعد کسی نے ان سے سوال یا اعتراض نہیں کیا، کیوں کہ وہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے۔ البتہ کچھ لوگوں کے لیے ہم سوالیہ نشان بن گئے کہ یہ لوگ قبروں میں گھرے کمرے میں کون ساچلہ کاٹ رہے ہیں۔ باذوق محبانِ علم نے کتابوں کی کھوج میں کس کس در کے چکر لگائے لیکن بعد میں آنے والوں نے ان کی مساعی جمیلہ کو کس بے دردی سے پامال کیا۔ مشہور زمانہ محقق ڈاکٹر حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی کتب خانہ 'مکتبہ سعیدیہ' معظم جاہی مارکٹ بھی جانا ہوا۔ یہاں بڑی حد تک کتابیں الماریوں میں محفوظ تھیں، لیکن مکتبہ کے منتظمین کی گفتگو اور تلخ و تند جملوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مختلف زائرین اور وفود اس مکتبے سے استفادہ تو کرتے رہے، لیکن متعلقین کے ساتھ کیے گئے وعدوں پر عمل نہیں کیا گیا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہو گا کہ لوگ عموماً عربی شخص کی بابت اندازہ شاید پٹرول ڈالر اور ریال ہی سے لگایا کرتے ہیں، جب کہ اس راہ کے بہت سے مسافروں کی دولت ان کا علم اور تحقیقی کاوشیں ہوتی ہیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بیشتر سرمایہ داروں کی جولان گاہ نہ علمی مکتبات ہیں، نہ ہی وہ اس کا رخ کرتے ہیں۔ افسوس کہ اس اہم مکتبے کا ایک حصہ فسادات کی آگ میں جل گیا۔

1984ء کے اواخر کی بات ہے کہ پیرس کی جامع مسجد میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ وہاں ان کا فرانسیسی زبان میں بہت ہی علمی اور تحقیقی درس ہوا کرتا تھا۔ میں جب مسجد پہنچا، درس کا وقت قریب تھا۔ ڈاکٹر صاحب شیروانی نما طویل کوٹ میں ملبوس، سر پر محمد یہ کیپ مارٹ سے ملتی جلتی ٹوپی پہنے بہت ہی دبلے پہلے شخص تھے، جن سے مشرف بہ ملاقات ہونے کے اہل علم متمنی رہا کرتے۔ سلام دعا کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنے مکتبے کے اس حادثے کے متعلق مجھ سے دریافت کیا۔ اس حادثے کی خبر ابھی تازہ تھی۔ موصوف کو اپنی کتابوں کی اخیر تک فکر رہی۔ محبان علم کے نزدیک کتابوں کی کیا اہمیت ہوتی ہے، اس کا اندازہ اسی میدان کے لوگ لگا سکتے ہیں۔ ورنہ اوروں کے لیے تو یہ ذخیرہ بوسیدہ کاغذات اور قدیم جلدوں کا ڈھیر لگتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ مدینہ یونی ورسٹی کے آغاز میں وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے لیکچرز بھی دیا کرتے تھے۔

بہت سی نام ور ہستیاں زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بھی محروم ہوتی ہیں۔

ایک دن کچھ فرصت ملی، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہلکی پھلکی تفریح کا پروگرام بنا کر 'باغ عامہ' چل پڑے۔ قیام حیدرآباد میں یہی چند گھنٹے فراغت کے میسر آئے تھے۔ حیدر آباد کے نہروُزوپارک' جو وسیع رقبے پر پھیلا متعدد حیوانات اور پرندوں کے لیے مشہور ہے، ڈاکٹر ف. کی لسانی مہارت کا وہاں دریا اُبل رہا تھا۔ مختلف زبانوں میں مختلف جانوروں کے نام اور ان کے متعلق بر محل اشعار، ضرب الامثال اور محاورے سناتے رہے۔ ویسے ڈاکٹر صاحب کم گو تھے۔ مجلس میں عموماً سننے کو بولنے پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ شاید اس حدیث پر عمل کرتے ہوں:

«من صمت نجا» جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پایا۔ لیکن خلاف عادت خوب گفتگو فرماتے رہے۔ اس تفریحی پروگرام میں ادبی معلومات ہی کا غلبہ رہا۔ ڈاکٹر صاحب کے ایک رشتے دار جنھیں وہ ماموں جی کہہ کر مخاطب ہو رہے تھے، مشہور محلہ مشیر آباد میں مقیم تھے۔ اس محلے میں کئی مدراسی تا جرانِ چرم آباد ہیں، ہمیں عشائیہ پر مدعو کیا۔ ڈاکٹر صاحب کھانے پینے میں بہت پر ہیز کرتے تھے۔ دعوت تو قبول کر لی، ساتھ ہی میزبان کو اپنے ذوق سے بھی آگاہ کر دیا۔ نتیجے میں حیدر آباد کے روایتی دستر خواں کی بجائے یہ دعوتِ شیراز لگ رہی تھی۔ اس سادگی پر میزبان کچھ شرمندگی کا اظہار کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ دعوت کا مقصد متنوع کھانوں سے دستر خوان کو سجانا نہیں، بلکہ مہمان کی ضرورت کو مقدم رکھنا اہم ہے۔ دائرۃ المعارف جو عثمانیہ یونی ورسٹی کے احاطے میں ہے، ہم وہاں بھی گئے۔ دنیائے عرب سے آنے والے اہل علم کے لیے شہر حیدرآباد میں اس کی حیثیت مرکزی ہے۔ یہاں تحقیق اور نشر و اشاعت کا کام اس دور میں ہوا، جب بیشتر دنیا غفلت کا شکار تھی۔ ایک مرتبہ مدینہ یونی ورسٹی میں ایک نامی گرامی پروفیسر نے، جن کا تعلق شام سے تھا، اپنے لیکچر کے دوران ہندوستان کے علمی مراکز اور کتب خانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دائرۃ المعارف کی چند مشہور شخصیات کے احوال بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ یہاں اہل علم سائیکل خود چلاتے ہوئے دفتر پہنچتے ہیں، اور دن بھر تحقیقی اور علمی کام کر کے سائیکل ہی پر سوار واپس ہوتے ہیں۔ ان گرامی قدر شخصیات کی آمد و رفت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس جملے پر شامی پروفیسر نے اتنا زور دیا کہ کلاس میں بیٹھے بہت سے خوش حال طلبہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ اتنی مشہور شخصیات کی ایسی بے قدری یا کسر نفسی؟ کیوں کہ ہم جس جگہ یہ لیکچر سن رہے تھے، وہاں اس مرتبے کے لوگوں کے لیے آرام دہ چمچاتی کاریں، ماہر ڈرائیور اور پر سکون زندگی کے لیے بہت سی مراعات حاصل ہوتی ہیں،

جب کہ ہندو پاک میں ایسی اہم شخصیات بنیادی سہولتوں سے بھی محروم ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مسجد نبوی کے ایک مخصوص زاویہ سامۃ عربیۃ' کے روبرو روزانہ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرتے تھے۔ یہی جگہ مختلف طلبہ کے لیے 'میٹنگ پوائنٹ' کی حیثیت رکھتی تھی۔ نمازیں کہیں بھی ادا کی جائیں، ہماری کوشش ہوتی کہ مغرب کے بعد کچھ دیر کے لیے ادھر کا رخ کر لیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اطراف ملاقاتی بھی اسی وقت جمع ہوتے تھے۔

مدینہ منورہ میں عمری طلبہ کے اکثر اجتماعات میں ڈاکٹر صاحب شریک رہتے تھے۔ مختلف نسبتوں کے سبب موصوف کو بھی جامعہ دار السلام عمر آباد کے منتسبین ہی میں شمار کیا جاتا تھا۔ ذمہ داران جامعہ محترم کاکا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اور محترم مولانا کاکا سعید احمد صاحب عمری حفظہ اللہ تشریف لاتے تو کم از کم ایک نشست فارغین عمر آباد کے ساتھ ضرور ہوتی، اور اس میں ڈاکٹر صاحب بھی شریک ہو کر طلبہ کو پند و نصائح سے نوازتے تھے۔

میرے سفر برطانیہ کی اطلاع پہلے موصوف ہی کو ہوئی۔ یہاں کے حالات سے متعلق ابتدائی معلومات انہی سے حاصل ہوئیں۔ ان کا مشورہ ایک ایسے میگزین کے اجرا کا تھا جو محاسن اسلام کو اس اسلوب میں پیش کرے کہ جدید تعلیم یافتہ اس سے مستفید ہو سکیں، اور اس میں کسی ملک کی بجائے خدمت اسلام کی چھاپ نمایاں ہو۔ پتا نہیں ہمارا 'صراط مستقیم' ان کی خواہش پر کس حد تک اتر سکا۔ الحمدللہ برطانیہ سے نکلنے والا یہ واحد اردو رسالہ ہے جو تقریباً پینتالیس سال سے شائع ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر ف عبدالرحیم صاحب یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ کے بعد "شاہ فہد قرآن پرنٹنگ پریس" سے منسلک تھے، جو اشاعت قرآن مجید کا دنیا بھر میں سب سے بڑا مرکز ہے۔ اس کے ذریعے اب تک 76 زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ تیار کر کے کروڑوں کی تعداد میں دنیا بھر میں مفت تقسیم کیے گئے ہیں۔ یہ حکومت سعودی عرب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب شعبہ ترجمہ کے مدیر تھے۔

دو سال قبل ہی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ان کے گھر پر عزیزم ڈاکٹر ابو عمر پرویز عمری کے ہمراہ ملاقات ہوئی تھی (جو اس وقت اپنے ڈاکٹریٹ کی تیاری کے آخری مراحل میں تھے۔ تاریخ ہند کے ایک اہم حصے پر ریسرچ مکمل کر کے کامیابی اور نیک نامی کے ساتھ وہ وطن واپس ہوئے ہیں)۔ ڈاکٹر صاحب اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر گھر پہنچے تھے۔ دن بھر کی تھکان اور پیرانہ سالی کا ضعف ہویدا تھا۔ اس کے باوجود اخیر تک اپنی ذمے داریاں نبھاتے رہے۔ ہمارے ساتھ بڑی اپنائیت سے گفتگو کی اور چند قدیم احباب کی خیر و عافیت دریافت کی۔ اس موقع پر اپنی انگریزی کتاب کے اردو ترجمے "مجھے فخر ہے کہ میں مسلمان ہوں" کا ایک نسخہ عنایت فرمایا۔ یہ میری آخری ملاقات تھی۔

19 را کتوبر 2023ء، جمعرات کی شام ان کی وفات کی اطلاع ملی۔ مدینہ منورہ میں موجود احباب سے کچھ ہی دیر میں تصدیق ہوگئی۔ دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد مسجد نبوی میں لاکھوں افراد نے نماز جنازہ ادا کی اور البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

وانم باڑی جو صوبہ تمل ناڈو کا ایک مختصر ٹاؤن ہے، یہاں اپنے نام سے پہلے علاقہ کا نام لکھنے کا رواج ہے۔ اسی نسبت سے ڈاکٹر صاحب اپنے نام کے شروع میں وی (V) لکھا کرتے تھے، جو وانم باڑی کا پہلا لفظ ہے۔ یہ وی جب عرب دنیا میں پہنچا تو ف ہو گیا۔ جدید عربی میں 'وی' کے تلفظ کے لیے تین نقطوں کے ساتھ 'ف' لکھنے کا رواج چل پڑا تھا، جیسے NIVEA کے لیے 'نیفیا' لکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے، جو کہ عربی زبان میں نئے الفاظ کے ماہر تھے، ف' لکھنا شروع کیا۔ تین نقطے بتدریج گویا ایک ہی نقطے میں مدغم ہو گئے۔ پھر حرف 'ف' نام کے لاحقے کے طور پر اتنا مشہور ہوا کہ عرف عام میں، خصوصاً طلبہ اور پروفیسر حضرات صرف دکتور 'ف' کہنے پر اکتفا کر لیا کرتے۔ گویا یہ لفظ وی کا معرب ہے اور اس سے آپ کی شہرت ہو گئی۔

وانم باڑی میں سنہ 7 مئی 1933ء کو آپ کی پیدائش ہوئی۔ مدراس یونی ورسٹی سے ایم اے انگریزی اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے عربی ادب میں ایم اے کر کے وانم باڑی ہی کے اسلامیہ کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے لیکن جلد ہی علم کی جستجو میں جامعہ ازہر مصر پہنچ گئے اور وہاں سے عربی لغت میں معرکہ آرا مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی۔ اہل علم نے اعتراف کیا ہے کہ اس مقالے کا معیار ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے اعلیٰ تھا۔ سوڈان کی ام درمان اسلامی یونی ورسٹی کے شعبہ انگریزی میں مختصر عرصے کے لیے خدمات انجام دیں۔ پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے لیے انھیں خصوصی طور پر مدعو کر کے شعبۃ اللغۃ العربیۃ کا مدیر بنا دیا گیا، جہاں تقریباً پچیس سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ اس عرصے میں مختلف طلبہ کے ایم اے اور پی ایچ ڈی کے گائیڈ اور مناقش بھی مقرر ہوتے رہے۔ یونی ورسٹی سے ریٹائرمنٹ کے بعد کنگ فہد قرآن پرنٹنگ پریس (مجمع الملک فھد لطباعۃ القرآن الکریم) میں شعبہ ترجمہ کے مدیر مقرر ہوئے، تو حیات مستعار کے آخر تک تقریباً بیس سال اشاعت قرآن مجید کی یہ ذمے داری نبھاتے رہے۔ یوں ڈاکٹر صاحب کی خواہش کہ "میری عربی خدمات کو اللہ تعالیٰ فہم قرآن و سنت کا ذریعہ بنائے"، پوری ہوئی۔

دنیا بھر میں پھیلے سینکڑوں شاگرد اور ہزاروں عقیدت مند دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی بشری لغزشوں سے درگزر کا معاملہ فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

محترم قارئین کرام! آپ نے ڈاکٹر ف۔ عبد الرحیم

رحمہ اللہ کے متعلق مولانا محمد عبد الہادی العمری المدنی صدر مجلس القضاء الاسلامی برطانیہ کا معرکۃ الآراء مضمون ملاحظہ فرمایا، جس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ بھی ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی عمری مدنی سعودی کی طرح ایک عبقری انسان تھے۔ جامعہ دار السلام عمر آباد کے قریب ایک ٹاون ہے جس کا نام وانمباڑی ہے، وہ اس شہر کے مکین تھے، جامعہ دار السلام عمر آباد کے بہت قریب ہونے کے باوجود انہوں نے اس میں تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ کسی جامعہ میں اور عربی میں عبور حاصل کر لیا اور دنیا میں عربی سیکھنے والوں کے لئے ایسا کچھ کر کے چلو کہ بہت یاد رہو۔

یار دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو

ایک ایسی کتاب لکھی جو آج جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سمیت دنیا کی مختلف یونیورسٹیز، کالجز سکولز اور دیگر اداروں میں پڑھائی جاتی ہے، اس طرح آپ نے انگریزی زبان پر عبور حاصل کر لیا، یہاں تک کہ سوڈان کی ام درمان اسلامک یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی میں اپنی خدمات انجام دی، بعد ازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں عربی زبان کے شعبۃ اللغہ مدیر مقرر ہوئے اور 25 سال تک وہ اسی شعبہ کے تحت خدمت انجام دیتے رہے۔

یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ کے بعد کنگ فہد قرآن پرنٹنگ پریس میں شعبہ ترجمہ کے مدیر مقرر ہوئے کیونکہ وہ کئی زبانوں کے ماہر تھے اور اپنی زندگی کے آخری 20 سال وہ اسی شعبہ سے وابستہ رہے، کل 45 سال مدینہ منورہ کی زمین میں زندگی گزار کر 90 سال کی عمر میں رب کریم سے جا ملے۔ اناللہ والیہ راجعون

دوسرے دن مسجد نبوی میں لاکھوں فرزندان توحید نے انکی نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر متمنی کے واسطے جنت البقیع کہاں !

آپ نے مدراس یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم اے کیا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے عربی میں ایم اے کیا، جامعہ از ھر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، 1933ء میں وانمباڑی میں پیدا ہوئے اور 2023ء میں مدینہ منورہ میں وفات عمل میں آئی۔

اس طرح اللہ کے یہ ولی ڈاکٹر ف عبد الرحیم اللہ سے جا ملے۔

☆☆☆

اب مضمون نگار مولانا محمد عبد الہادی العمری المدنی کے تعلق سے کچھ بات ہو جائے، مولانا جنوبی ہند کی مشہور و معروف درسگاہ جامعہ دار السلام عمر آباد سے 8 سالہ کورس کر کے مولوی، عالم، فاضل بنے اور ساتھ ہی مدراس یونیورسٹی سے افضل العلماء کا امتحان پاس کیے، بعد ازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے حدیث میں چار سالہ کورس کیا اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث برطانیہ خصوصاًاس کے روح رواں مولانا محمود احمد میرپوری کی دعوت پر برطانیہ آئے اور ان کی زیر قیادت دعوت و تبلیغ اور درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے، مولانا محمود احمد میرپوری مدنی کی وفات کے بعد مرکزی جمعیۃ اہل حدیث برطانیہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے، جو مدت مدید تک جمعیۃ کی خدمت کی، بعد ازاں امیر جمعیۃ بنے اور آج کل مجلس القضاء الاسلامی برطانیہ کے امیر کی حیثیت سے آئے دن برطانیہ میں طلاق و خلع اور عائلی مسائل وغیرہ، اہم امور کی قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کرتے ہیں، اس مجلس میں راسخین علماء کی ایک اہم مضبوط ٹیم ان کے ساتھ ہے، برطانیہ میں آئے دن اس قسم کی شرعی کونسلیں بنتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو جاتی ہیں اور برطانیہ میں غیر اہل حدیث حضرات کی بعض کونسلیں ہیں، جس میں حلالے بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات کار ثواب سمجھ کر بعض علماء حضرات بنفس نفیس یہ خدمت انجام دیتے ہیں اور عورتوں کی عزت وناموس کو تار تار کر کے اسے کار خیر سمجھتے ہیں۔ بقول

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

اگر یہ علماء سوچیں کہ کسی کی بیوی کے ساتھ ہم حلالہ کے نام سے جو بدکاری کرتے ہیں، اگر کوئی ہماری بیویوں سے یہ کرے تو کیا ہم اسے برداشت کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ تو پھر دوسروں کی بیویوں سے ہم یہ فعل بد کیسے انجام دے سکتے ہیں، جبکہ یہ قرآن وحدیث سے اس کی حرمت ہے، حلالہ کا شرعی مسئلہ سمجھنے میں علماء کرام سے غلطی ہوئی ہے، اگر اس مسئلہ کو صحیح سمجھنا ہو تو علمائے اہل حدیث سے رجوع کریں۔

مولانا محمد عبد الہادی العمری کے مضامین جو ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم، ماہنامہ راہ اعتدال عمر آباد اور روزنامہ منصف حیدر آباد دکن سے مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں، آپ کے کچھ مضامین جو اساتذۂ کرام اور معتمدین جامعہ دار السلام عمر آباد پر ہیں، ان کا مجموعہ ادارۂ تحقیقات ونشریات، جامعہ دار السلام عمر آباد سے شائع ہوا ہے جو 14 شخصیتوں اور 3 اداروں پر مشتمل ہے، جس کا عنوان 'اجالے یادوں کے' ہے جو 192 صفحات پر مشتمل ہے، اسی سال جو 9 کتب اس ادارہ سے شائع ہوئی ہیں، ان سب پُرکشش رسالہ یہی ہے، اسی لیے کہ ہر شخص مادر علمی کے ذمہ داران اور اساتذہ کرام رحمھم اللہ کے تعلق سے جاننا چاہتا ہے۔

آپ اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں، آپ کو اندازہ ہو گا کہ اللہ تعالی نے مولانا العمری کو شرح صدر کے ساتھ شرح قلم بھی عطا فرمایا ہے۔

﴿ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء﴾

☆☆☆



تاریخ اہل حدیث

ڈاکٹر بہاء الدین

شرط اول:

آنکه قیا سے که استنباط احکام مذکوره بآں کر ده باشند فی نفسه صحیح باشد و شرا ئط صحت قیاس در کتب اصو ل مفصلاً مذ کور است پس قیاسے که فی نفسه صحیح نبا شد ہر گز مقبو ل نیست اگر چه از مجتہد ین سا بقین منقو ل با شد مثل قیاس عبادات بد نیه بر عبادات ما لیه در با ب نیا بت احیاء از اموا ت که صریح الفسادات است، چه حلة د خول عبادت بد نیه در امور دینیه انعاب نفس اماره است در طاعت حق جل ذکره و اظہار تذلل عبو دیت و اکتساب کیفیات آن افعال در جذر مزاج روحانی مثل اکتسا ب کیفیا ت اغذیه و اد ویه در جذر مزا ج جسما نی و مثل اکتساب ملکا ت نفسا نیه بمزا ولة و افا عیل جسما نیه و نیا بت دریں امور متعذر است و الا لازم آ ید که در با ب تا دیب حیوا ن و صبیا ن و نسوا ن و تہذ یب ا خلاق ایشا ں و در با ب اکرام و تو قیر کبراء و در باب اکل و شر ب و جماع و تداوی و در با ب تعلّم علو م و صنا ئع و حِر ف و ورز ش جسما نی و ریا ضت نفسا نی و مراقبات و اشغا ل نیا بت جا ری با شد و ثمرا ت اشیاء مذ کوره از نا ئب به منیب انتقا ل کند و هو محال بحسب العادت الا لهية و ان کا ن ممکناً بحسب قدرته تعا لی و علت دخو ل عبا دت ما لیه در امور دینیه رفع حا جت مفا لیس و ذوی الحا جا ت است و نظم سیا ست مدنیه و حفظ ضعفاء اہل ملت از ہلاک و تلف و نیا بت در ا مثا ل این امور عرفا و شر عاً جا ر یست مثل قضائے دیون و ایفا ئے حقو ق اہل و عیال و جیرا ن و نو کرا ن ومثل سیاست مد نیه بفیصل خصو ما ت و تعزیر دزدان و قطا ئع الطر یق و مثل سیا ست ملت تعلیم علو م و امثا ل آن که نیا بت در آن جا ریست و سر انجام دا دن مہما ت مذ کوره که از نا ئب صا در شده منسو ب بمنیب میگر دد و ثمرا ت آ ن مثل فرا غ ذمه از دیو ن و حقوق نیک نا می بسر انجا م دادن مہما ت و تر قی منصب او بروئے سلاطین بمنیب عا ئد میگر دد پس قیاس احد هما علی ا لآ خر در با ب نیا بت قیاس بلا علة (بلا ، کا لفظ نسخه اشرفیه یعنی نسخه دو م میں نہیں ہے ۔ اور اس لئے تر جمه میں بھی، بلا ، کا تر جمه نہیں ہوا ۔ بہاء) جامعه است بالجمله حکمے که بقیاس فاسد مستنبط باشد از قبیل بدعا ت است اگر چه صا حب آ ن معذور باشد نه از قبیل سنت حکمیه زیرا که آ نچه قائس نظیر حکم خود فهمید و بر آ ن قیاس کرده است فی الحقیقت نظیر او نیست پس در نفس ا لا مر محد ث باشد و وقتیکه حکم مذ کور را از احکام شر عیه شمر ده شد پس محد ث در امر دین با شد و ہمیں است معنی بدعت۔

شر ط ثا نی:

آ نکه قا ئس از مجتہد ین با شد نه از مقلد ین و و جہش آ نکه ہر چند وجود نظیر شئے در نص در حکم و جود نفس آ ن شئے است اما ادرا ک آ نکه فلاں چیز نظیر فلاں چیز است پس مو قوف است بر فطا نة بالغه زیرا که مراد از نظیر در ما نحن فیه مشا ر ک اوست در علت حکم نه مشا به او در او صاف با قیه و ملکه تمیز علة از سائر اوصاف عمده ار کا ن اجتہاد است چه بسامی باشد که شخصے چیز ے را نظیر چیز دیگر بسبب کمال مشا بہت قرار داده حکم اصل را بر فرع جا ری مینما یند حا لا نکه فی الحقیقة چیز مذ کور نظیر او نیست بنا بر عد م مشارکت در علت حکم پس اجراء حکم بر آں چیز فی الحقیقت از قبیل محد ثا ت است اگر شخص مذ کور آ نرا از قبیل سنت حکمیه میشمارد، مثلاً بادشاہے با تباع خود امر فر مود ه که زید را اعزاز و اکرا م کنند و زید در نفس ا لا مر با عتبار صورت و سیرت و حر فت مو صو ف است باوصاف کثیره که از آں جمله علم است و مدار حکم اعزا ز و اکرا م است و عمرو با او در صورت و سیرت و حرفت و صنعت و سن و نسب مشا بہت تمام میدارد اما جاہل است و بکر باو در جمیع امور مذ کوره مخا لفت میدارد ا ما عالم است پس بکر با و جود ایں قدر مخا لفت نظیر زید است پس حکم باد شا ہی که باکرام زید صادر گر دید مشتمل است بر اکرام بکر نیز حکماً و عمرو باو جود مشا بہت تا مه نظیر زید نیست پس اکرام او مندر ج حکم بادشا ہی نیست بلکه مخا لف اوست پس کسے که حکم چیز ے بر نظیر آن چیز اجراء کند لا بد ملکه ادرا ک مدار اصل حکم داشته باشد و الا یمکن که در و ر طه مخا لفت حکم سلطا نی گر فتار گر دد و ہمیں ملکه ادراک مدار ا صل حکم را ملکه اجتہاد میگو یند پس مسا ئل مستنبطه غیر مجتهد ین که بقیاس خود بر آ ورده اند متر ددا ست در آ نکه از قبیل سنت حکمیه باشد یا از جنس بدعا ت حقیقیه چه حکم مستنبط را البته از احکا م دین می شما رند و ہر گاه که چیز ے متر دد باشد در میا ن سنت حقیقیه و بدعت حقیقیه

باعتبار ضعف روا یت جا نب بدعت او را ترجیح میدہند و احتراز از و لازم مے شما رند چنا نچه شیخ ابن الهما م در فتح القدیر و صا حب مجا لس الا برار بآ ن تصریح فر موده اند پس وقتے که چیز ے متر دد باشد در میان سنت حکمیه و بدعت حقیقیه جانب بدعت او البته را جح خوا ہد گر دید و از جنس بدعا ت حقیقیه البته شمر ده خواہد شد ، بالجمله مسا ئل مستنبطه مجتهد ین سا بقین که مسلم ا لا جتهاد اند بقیاسا ت صحیحه بے شک از قبیل سنت حکمیه است و اما تخریجات متا خرین فقهاء مثل تحدید مائے کثیر بعشر فی العشر بنا بر قیاس بر زمین متعلقه چاه و مثل حکم باستحبا ب تکلم با لفا ظ دا له بر نیت در با ب عبا دت بنا بر قیاس بر تکلم الفا ظ عقود در با ب معا ملا ت و مثل حکم بو جو ب تقلید مجتهدی معین از مجتهد ین سا بقین و حکم بالتزام بیعت شیخے معین از شیو خ طر یقت بنا بر قیاس بر اطاعت امام وقت و التزام بیعت او و مثل حکم بجواز تقبیل قبر بنا بر قیاس بر تقبیل میت که از آ نجنا ب ﷺ منقو ل است به نسبت عثما ن بن مظعو ن و از جنا ب صدیق اکبرؓ به نسبت آنجناب ﷺ منقو ل است و مثل حکم بجواز ہبه ثوا ب عبا دت برا ئے اموا ت بنا بر قیا س بر ہبه ا عیا ن برا ئے احیاء بخلاف مسئله نیا بت عن المیت که آ ن در عبا دا ت ما لیه مسلم است و در عبادات بدنیه مختلف فیه و مثل حکم به منسو خیة احادیث واقعه دا لّه بر حر مت مزامیر بنا بر قیاس بر منسو خیة حر مت استعما ل ظرو ف خمر و امثال آن از تخر یجا ت غیر محصوره که منقو ل از متاخر ین فقهاء و صو فیه است و کتب فقه و سلو ک بآ ن مملو و مشحو نست و اکثر اتباع ایشا ں ہمیں تخریجا ت محد ثه را ا حکا م شر یعت و اسرار طر یقت مے نگا رند ہمه از قبیل بدعا ت است و دلا ئل ایشا ن ہمه از قبیل لطا ئف شعریه و نکا ت مخیله است که ہر گز ا حکا م مذکوره را از حد بدعت خا ر ج نمی گر دا ند و در دا ئره شریعت ایما نیه و طر یقه احسا نیه دا خل نمی کند۔

شرط ثا لث:

آنکه مر تبه سنت حکمیه را که بمرا تب فرو تر از سنت حقیقیه و ملحق با لسنه است محفو ظ دارد بیا نش آنکه ہر چند مسا ئل اجتہا دیه که مجتهدین سا بقین مسلم الاجتهاد آن را بقیاسا ت صحیحه استنبا ط کر ده باشند از قبیل سنت حکمیه است اما فکر بشری را درا ن د خل عظیم است و ا حتما ل خطا در آ ن گنا ئش دارد بخلا ف سنت حقیقیه و ملحق بالسنة که حفا ظت ر با نیه و کفا لت رحمانیه بآں متعلق گر دیده پس لا بد آں ہمه سراسر شعشه است از شعشات با ب غیور که ظلما ت ضلا ل بآ ں مضمحل است و خفا ش و ہم خطاء ازان دور دور ۔ پس لا بد رعا یت اختلاف مر تبتین پیش نظر با ید داشت و این رعا یت ا ختلا ف مرا تب را در ضمن تمثیلے ایضا ح مینما یم.

پس میگو یم چنا نکه سلا طین عدا لت شعار بنا بر نظم و نسق کا ر خا نه سلطنت و سیا ست رعا یا دو قسم سر شته کارو بار بر رو ئے کا ر مے آ ر ند :

قسم اول آ نست که مر کز دا ئره سلطنت ہما نست و مدار اصل سیاست بر آں و آں سر رشته حکومت است مثل تعین آ ئین سیاست و امرائے جنود و حکا م بلدا ن و نا ئبا ن ایشا ن و تقسیم جنود بعسا کر و عساکر بجماعات و تعیین امیرے کبیر بر سر ہر عسکر و امیرے صغیر بر سر ہر جما عت و تقسیم اقا لیم با ضلا ع و اضلاع ببلدان و قرے و بلدان بمحلات و تعیین امیرے کبیر بر ہر ضلع و امیرے صغیر بر ہر بلده و گذ ر با نی بر ہر محله بارسال فرامین و پروانجات مشتمله بر قوا نین آئین و ا حکام سیاست بسو ئے امراء اجناد و امصار مشتمله بر مامور کر دن ایشان بر اجرا ئے آ ن ا حکا م بطر یق جبر و حکو مت و ارسا ل اشتہارات بنا م سپا ہیا ن اجناد و رعا یا ئے امصار مشتمله بر احکا م سیاست و ما مور سا ختن ایشان بامتثال احکام مندرجه اشتہارات و اطاعت حکا م خود در مقدماتیکه بر یاست و سیا ست تعلق میدارد و امثال این امور که بر مہره فن ریاست و سیاست پو شیده نیست.

قسم ثا نی آ نست که بنا بر تیتم قسم اول و تکمیل آن و تمہید مقد ما ت آن تعیین فر موده اند مثل تعیین چوبدا را ں و ہر کاره ہا برا ئے رسا نید ن فرا مین و اشتہارا ت بسو ئے امراء و رعا یا و مثل تعیین عقلا ئے اہل گیاست و فطا نت در اجناد و اضلا ع که از قوا لب قوا نین و آ ئین و اشارات فرا مین و فحاوی اشتہارا ت با صول مقا صد پے بر ند و حکا م نظا ئر استنبا ط نما یند و مہم را از اہم و قبیح را از اقبح تمیز د ہند و امراء را بطر یق مشوره و رعا یا را بطر یق تر بیت بر آ ن آ گاه سازند و مثل تعیین مدبرین و ار با ب سلیقه و مہا رت که نظر بمصالح زمان ومکان و اشخاص کرده طر یقے انسب برائے اجرائے احکام سلطانیه تعیین کنند و امراء را بطر یق مشوره بران آگاه سا زند یا طر یقے اسہل برا ئے امتثال ا حکا م سلطا نیه تعیین کنند و رعایا را بطر یق شفقت برا ن تر غیب کنند و مثل تعیین منشیان ارباب بلاغت و ما ہران زبان آئین و اصطلاحات فرا مین و لسان مستعمل درحضور سلطانی و محاورا ت دائره و سائره در ملازمان بادشا ہے که بخوا ند ن آئین و فرامین و نوشتن عرائض بحضور سلطا نی خد مت امراء و معونت رعایا نما یند و مثل تعیین محا فظا ن دفتر و تاریخ نویسان که تواریخ ورود فرامین سلطانی وقائع امرائے اجناد و اضلاع و احکام مستنبطه عقلاء و مصالح نا فعه مدبّرین و نکات مہمیه منشیا نرا مرتب کر ده در دفا تر و کتب محرر نما یند تا در حق امراء و عقلاء و مد بر ین و منشیان متا خر ین نا فع با شد۔

